V. I. K. SARIN.

THE FESTIVAL OF JAMMU

AFTER years of sweet and toil in the fields, on the roads, in the mills, on the development projects, the brave Dogras of Jammu snatched a few moments to celebrate their achievements. It was the festival of Jammu—where young and old, men and women, rich and poor sang and danced in gay abandon. The festival is over, the memories linger on......Sweet memories of gaiety and mirth born out of contenment and prosperity !

The fortnight festival of Jammu presented a kaleidoscopic view of the rich cultural heritage of this land of the Dogras. It provided an opportunity to the latent talent to exhibit the fineness of the rich art, music and dance of this region to the outside world, and re[illegible] the glory—that was "Duggar".

the evening. A sea of humanity had poured into the four walls of the Ajaib Ghar. Perhaps the organisers had not expected such a gathering. There was a pandemonium. Everybody wanted to gatecrash into the hall, but there was no space. Inside the hall the various cultural troupes regaled the masses by their rich performance. There was the exciting "Bachnagma", the graceful "Kud", the passionate "Bhangra", and the captivating "Phumni". Later the cultural troupes entertained the crowds outside by their lively performance.

The Dogri Sanstha staged a play "Sacrifice" in the Ajaib Ghar Hall on January 27. The adaptation of this famous play of Tagore was done by Prof. [illegible] Nath Shastri with great *skill*, but som[illegible] play lacked grip. The *participants* [illegible] properly rehearsed and



اُتم کبھی پیدا نہیں ہوتی فنا ہوتی نہیں
جسم میں آتی نہیں آ کر جُدا ہوتی نہیں
یہ ہمیشہ پاک و برتر ہے زوال و نقص سے
اس کی موت آتی نہیں مٹنے سے خاکی جسم سے
آگ میں جلتی نہیں تلوار سے کٹتی نہیں
سیل میں گلتی نہیں طوفان سے گھٹتی نہیں
اس کا جلنا، کٹنا، گھُلنا، خشک ہونا ہے محال
یہ ہے ساکن خود بخود قائم محیطِ لازوال

مُترجم ——————— گیتا ادھیائے دوسرا اشلوک ۲۰، ۲۱، ۲۳، ۲۴

پربھو کے ساکشات درشن

پربھو سے ساکشاتدرشن

بھاگ مل سائینی

بھاگ مل

مہاتما جیمز ایلن کے قائم کئے ہوئے

بشاشت کے سادھن

(یہ تمام دکمال بمنزلہ ضرب المثال یاد رکھنے اور دل میں پڑھنے کے قابل ہیں)

(۱) کسی سے بدلہ لینے، کسی پر تہمت لگانے اور کسی کو ملامت کرنے کی بچگانہ حرکات جان کر قطعی چھوڑ دو۔

(۲) دل کی تہ سے ادنیٰ اعلیٰ، اپنے پرائے کا امتیاز دور کر کے سب کیلئے اندر سے نظر مساوات رکھو۔

(۳) تعصب اور فرقہ بندی سے بالاتر ہو کر انصاف کرو۔

(۴) بحث مباحثہ کرنا بالکل چھوڑ دو۔ کسی کے برے سلوک پر بھی آزردہ خاطر مت ہو۔ بے انتہا بردباری اختیار کرو۔

(۵) ہمیشہ اس بات کی احتیاط رکھو کہ تمہارے جملہ کاموں کو فیاضی، رحم اور تواضع چلائیں۔

(۶) اپنی راحت اور غرض کے خیال کو بھلا کر جملہ کاموں میں سب کی بھلائی کو مدِ نظر رکھو۔

(۷) روحانی طور پر تم سب سے ایک ہو، کوئی شے بھی تم سے درحقیقت جدا نہیں۔ سب کے ساتھ اس حقیقی رشتہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کیا انسان اور کیا جاندار سب پر ہمدردی اور شفقت برساؤ۔

(۸) تمہارے جملہ جذبات الفاظ اور اعمال بے قید محبت سے مزین ہوں۔

(۹) الفت اور کراہت (رغبت و نفرت) کو اپنے اندر سے دور کرو۔ تاکہ تمہارا دل خود سرور سے معمور رہ سکے۔

(۱۰) اپنے آپ کو انکساری و حلم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ کرو۔ کیونکہ ان کے ذریعہ سے جو فتوحات اپنے آپ پہ اور دوسروں پہ ہوتی ہیں وہ پھر کبھی زائل نہیں ہوتیں۔

اوم

تو ہے ابدی اور لافانی سب چیزیں ہیں آنی جانی
کایا، مایا، روپ جوانی تجھ پر چھائی کیوں حیرانی!
سوچ سمجھ کر کھیل جگت میں
جیون کا ہر کھیل پرانی

(کیف عرفانی) ———— (بھگوت گیتا)

پربھو کے ساکشات درشن

(مصنفہ)

بھاگ مل ساہنی

(سابق اسسٹنٹ فوڈ کنٹرولر)

قیمت ———— ایک روپیہ

جیون سدھار پبلیکیشنز بڑھاپور ضلع بجنور (یوپی)

(نوٹ :- ہر شخص ایک روپیہ چودہ نئے پیسے کا منی آرڈر بھیجکر اس کتاب کو طلب کرسکتا ہے
بیرنگ طلب کرنے پر محض ایک روپیہ کا منی آرڈر دوبارہ ارسال کریں۔

کتاب ملنے کا پتہ :- دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۶

دیباچہ

یہ بات سولہ آنے درست ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر موجودہ وقت تک انسان عام مذہبی رجحانات کا مالک رہا ہے اور جب تک یہ کائنات قائم و دائم ہے ایسا ہی رہے گا۔ مذہبی یا اوسط درجے کے انسانوں کا خیال ہے کہ کُل کائنات کا خُدا یا ایشور ایک بڑے سے بڑے شہنشاہ کی مانند کسی خاص جگہ یعنی کسی قیاسی جنت میں تخت پر جلوہ افروز ہے وہاں انسان کا تو کیا مچھر کا بھی گزر نہیں۔ اگر وہ کبھی قہر میں آجائے تو کائنات کو فوراً فنا کر دے اور اگر وہ مہر میں آجائے۔ تو سب کو خوش و خرم کر دے۔ یعنی اُن کا خدا اُن کے قومی جھنڈے، ملک، خاص مذہب اور خاص عقیدے سے تعلق رکھتا ہے اُن کا دُشمن اور دوسروں کا ناشنک ہے اور بہت دُور بادلوں یا بہشتوں میں بُود و باش رکھتا ہے۔ انہی خیالات کے زیر اثر کئے ہوئے مظالم سے ہندوستان کی تاریخ کے اوراق سیاہ ہو رہے ہیں ؎

جہالت نے تجبر نے خودی نے خود پسندی نے
کدورت خانہ جنگی نے عداوت فرقہ بندی نے
گلے میں ہند کے طوقِ غلامی ڈال رکھا ہے

کبھی مسجد پہ ہے حملہ کبھی مندر پہ ہے یورش
یہاں شورش وہاں شورش اِدھر یورش اُدھر یورش
اسی شورش نے ہندی کو بھنور میں ڈال رکھا ہے

اذاں نے دی صدا جس کو پکارا شنکھ نے اُس کو
وہی ہے رام ہندو کا کہے مسلم خدا جس کو
حقیقت ایک ہے لفظوں کا جھگڑا پال رکھا ہے (حسرتؔ)

دُنیا سے بالکل الگ تھلگ ایشور پرماتما کے نام پر مذہبی انسان بڑی بڑی بھیانک اور ہولناک کارروائیاں کر گزرتا ہے۔ وہ مذہبی انسان جو کِسی کو دکھاتا اُپنے دھرم کے بالکل خلاف سمجھتا ہے وہی بعض اوقات ان خیالات کے چُنگل میں پھنس کر تلوار کے ذریعہ اپنے بھائی کا گلا کاٹ پھینکتا ہے۔ حقیقت میں ایشور پرماتما کے نام پر کِسی کو بُرا بھلا کہنا یا موت کے گھاٹ اُتار دینا یا روپیہ اکٹھا کرنا یا نذر و نیاز چاہنا انسانیت سے بعید ہے۔ جو ایسا کرتا ہے وہ حقیقت میں مُنکرِ خدا ہے۔ اُس سے لاعلم ہے۔

حقیقی مذہب کا اِن من گھڑت اور پیچیدہ اُلجھنوں سے مطلق کوئی تعلق نہیں۔ آج کل جہاں دیکھو ہمارے مذہبی پرچارک اماوس کے میلوں مذہبی اور قومی اِنتخابوں ایشور پرماتما کی ہستی کے ثبوتوں بحث مباحثوں وغیرہ میں ہماری ساری کی ساری توجہ کو ضائع کر رہے ہیں۔ اِن باتوں سے ابھی تک کوئی اصلاح نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی ہونے کا کوئی اِمکان ہے۔ شری سوامی وویکانند جی فرماتے ہیں:-

"اِنسان جنت میں رہنے والے خُدا کو مانتے ہیں اور اُسے اپنے سے بالکل الگ تھلگ جانتے ہیں۔ اِس لیے اُس کا خیالی خوف دِل پر طاری رہتا ہے۔ کیا اُس کے خوف سے دُنیا بہتر ہو گئی ہے؟"

اِنسان خُدا کے ڈر سے فرشتہ نہ بن سکا
قد اُس کی اُلٹی وہم میں پڑنے سے گھٹ گئی
قِسمت نے پست کر دیئے جوشِ عمل کے عزم
کمبخت ٹوٹ بن کے قدم سے لپٹ گئی
تقدیر نے دماغ کو ناکارہ کر دیا
یہ نامُراد عقل سے اُٹھ کر چمٹ گئی!
انسان کو کائنات کی بننا تھا دسترس!
مذہب میں گِر کے اسکی ترقی سمٹ گئی
(شرو: ناز)

آگے چل کر سوامی وویکانند جی یوں فرماتے ہیں:-

"جان سٹوئرٹ مل کہتا ہے کہ شخصی خدا کا وجود ناممکن اور ناقابلِ ثبوت ہے۔ میں اس کا ہمراۓ ہوں کہ دراصل شخصی خدا کی توضیح نہیں ہو سکتی۔"

اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس دُنیا کو کسی انسان نے نہیں بنایا وہ خود اس کی پیدائش کے سلسلہ میں ظاہر ہوا ہے مگر مذہبی دُنیا اسی کے فانی دماغ کا فضلہ ہے۔"

جان سٹوئرٹ مل کی مشہور دلیل ہے کہ اگر خدا قادرِ مطلق ہے تو وہ نیک نہیں اور اگر نیک ہے تو وہ قادرِ مطلق نہیں ورنہ دُنیا میں بدی اور بُرائی کا کوئی نام و نشان نہ ہوتا۔ یعنی اگر خدا قادرِ مطلق ہے تو دُنیا میں جو بدی نظر آرہی ہے، اس کا انسداد کیوں نہیں کرتا۔ طاقتور کمزوروں کو لوٹ کھسوٹ کر اور موت کے گھاٹ اُتار رہے ہیں۔ کمزور بے کسوں، اناتھوں اور غریبوں کی کون سنتا ہے۔ جی توڑ کر محنت کرنے والے بھوکے مر رہے ہیں۔ امیر نکمے رہنے کے باوجود بھی حلوا پوڑی اُڑاتے ہیں۔ اگر اہلِ مذہب سے یہ پوچھا جائے کہ اس ناانصافی اور بدی کے لئے کون ذمہ دار ہے تو اُن کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ چُپ چاپ ان سب باتوں کو مانو۔ دلیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ یہ سب کچھ قسمت کی لکیر ہے۔ یہ ایک موجی اور غیر ذمہ دار ایشور کی دی ہوئی ہے۔ یہاں دلیل اور دخل کی مطلق گنجائش نہیں۔ وہ ٹھیک جواب دے بھی کیوں۔ اُنہیں تو صرف ماننے سے کام ہے۔

اگر یہ قتل و غارت اور بے انصافی کسی شخصی خدا کے کرشمے ہیں تو ہماری ظالموں کی لوٹ کھسوٹ مارنے والوں پر نکتہ چینی اور حرف زنی قادرِ مطلق کی عقل پر شک و شبہ کرنے کے مترادف ہے۔ روزانہ زندگی کے واقعات کو دلیل کی کسوٹی پر کس کر دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ شخصی خدا پر یقین رکھنے والے لوگ قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ وہ بے گھر ہیں بھوکے ہیں اغلام ہیں۔

بے یار و مددگار ہیں اور وہ نہ نکل سکنے والے پیچیدہ گورکھ دھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

خدائے حقیقی کے متعلق غلط رائے قائم کرنے کی بجائے یہ صحیح تر ہے کہ اس کے بارے میں کوئی بھی رائے قائم نہ کی جائے۔ کیونکہ غلط اعتقاد سے ہزاروں غلط فہمیوں کے شکار ہو جانے کا احتمال ہے۔ اس سلسلہ میں بشری پلوٹارک فرماتے ہیں:۔

"یہ ٹھیک ہے کہ خدا کے بارے میں کوئی رائے قائم نہ کی جائے لیکن اس کے بارے میں ایسا عقیدہ قائم کرنا اس کی شان کے خلاف ہے۔ نہایت نادرست ہے یہ خیال کرنا کہ وہ ہمارے دشمنوں کو مار دے گا اور ہمارے اوپر حملہ کریگا۔ اس کی شان کے عین خلاف ہے۔ رائے قائم نہ کرنا صحیح سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن نادرست اعتقاد اُس کی توہین کے برابر ہے۔"

بقول ایک فہیم روح کل کائنات ایک درخت واحد ہے جو بیج سے ظاہر ہو کر دوبارہ بیج کی طرف جا رہا ہے۔ نامکمل خود آگاہی کی وجہ سے ہمارا ذہن کائنات کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دیکھنے کا عادی ہو رہا ہے۔ حقیقت میں ایک ہی حقیقت کائنات کی جملہ اشکال و صورتیں ظاہر ہو رہی ہے:۔

جدھر دیکھتا ہوں خُدا ہی خُدا ہے
خُدا سے نہیں چیز کوئی جُدا ہے

جو اول اور آخر خُدا ہی خُدا ہے
تو اب بھی وہی کون اُسکے سوا ہے

ہے آغاز و انجام زیور کا زر میں
میاں میں نہ ہرگز وہ غیر طلا ہے

وہی آپ ہر ایک صورت میں آیا
کہیں آب و آتش زمین و ہوا ہے

خدا میں دوئی کو جو دیتا دخل ہے
وہی کافر و مُنکر، اہل خطا ہے

کہاں اُسکو دُور اور جُدا ڈھونڈتے ہو
ہمیشہ ہے حاضر نہ ہرگز چھپا ہے

جسے تم سمجھتے ہو دُنیا اسے غافل
یہ کُل حق ہی حق ہے نہ جُدا نہ بلا ہے

صفاتی تعین ہٹا دل سے دیکھو
یہی ایک ذات خدا جا بجا ہے

یہی چیز ذاتی یہی ہے صفاتی! ‏ صرف ایک تعین میں دو ہو رہا ہے
نظر آتی ہیں مختلف صورتیں گو ‏ مگر رُو سے معنی سے سب ایکتا ہے
ہر اک چیز ہستی میں اپنی ہے قائم ‏ نہیں پیدا ہوتا نہیں کچھ فنا ہے
نہیں ہوتا ہر گز فنا کا فنا کبھی ‏ ہُوا اس سے ثابت بقا ہی بقا ہے

دھرم داس سمجھے گا وہ بات میری
دوئی سے کیا جس نے دل کو صفا ہے

ارتقا شدہ انسان خدائے حقیقی کے متعلق کسی قسم کا اندازہ لگانے کی ہرگز غلطی نہیں کرتے وہ دل کی تہ سے ایک نہایت ہی گہرے جذبۂ تعظیم کے ساتھ جملہ کائنات کو اس کا اظہارِ خیال کرتے ہیں۔

جس طرح درخت کے مختلف اجزا میں ظاہرا نظر میں جُدائی کی کوئی حد نہیں ہوتی مگر بیج میں جملہ اجزا کی وحدت ہوتی ہے۔ بعینہٖ جملہ موجودات وجود واحد ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو سارا کا سارا نظامِ عالم فوراً درہم برہم ہو جائے۔ اس نظر سے جُملہ کائنات خدائے حقیقی کا ایک جسم ہے۔ اگر ہم نے عالم جمادات کو دیکھا تو خدائے حقیقی کو دیکھا۔ اگر نباتات کو دیکھا تو اُسی کا جلوہ دیکھا۔

جان لیتا ہے مسادہی سب کو سرو با کمال
اُس کو کثرت میں نظر آتا ہے وحدت کا جمال!

ایک عالمگیر طور پر شلمہ مہاتما کا قول ہے کہ تمہارا خدائے حقیقی تمہارے رُو برُو ہے۔ جملہ اشیا میں جلوہ گر ہے۔ ان کو چھوڑ کر اُسے کہاں ڈھونڈنے جاتے ہو۔ لوگ خدا کو پہاڑوں سے پرے کسی پوشیدہ مقام پر دیکھنے کے خواہشمند ہیں مگر خدا تو وہیں حاضر ناظر اور موجود ہے۔ جہاں کوئی بھی شے متحرک یا غیر متحرک وجود رکھتی ہے۔

غلط ہے کہ دیدار کی آرزو ہے ‏ غلط ہے کہ مجھ کو تیری جستجو ہے
ترا جلوہ اے جلوہ گر کو بکو ہے ‏ حضوری ہے ہر وقت تو روبرو ہے

ایسے ہی ایک اور صحیح الدماغ شاعر ہمیں یوں ہدایت کرتے ہیں۔

عاشق ہے تو دلبر کو ہر اک رنگ میں پہچان
ہر آن میں ہر بات میں ہر ڈھنگ میں پہچان
تنہا نہ اُسے اپنے دلِ تنگ میں پہچان
ہر باغ میں ہر دشت میں ہر سنگ میں پہچان
بے رنگ میں با رنگ میں نیرنگ میں پہچان
ہر تال میں ہر راگ میں ہر آہنگ میں پہچان
منزل میں مقامات میں فرسنگ میں پہچان
ہر راہ میں ہر ساتھ میں ہر سنگ میں پہچان
ہر عزم ارادہ میں ہر اُمنگ میں پہچان
ہر دھوم میں ہر صلح میں ہر جنگ میں پہچان
عاشق ہے تو دلبر کو ہر اک رنگ میں پہچان

جیسے مچھلی کو سمندر کا آنند لوٹنے کے لئے کہیں اِدھر اُدھر جانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ وہ جس جگہ بھی ہے وہ وہیں اُس کا مزا لوٹ سکتی ہے کیونکہ اُس کے دائیں بائیں سوائے ذات پانی کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔ بعینہٖ تمہارے اردگرد یعنی ہر طرف ایک ہی پرماتما موجود ہے، تلاش کی ضرورت نہیں نظر کی ضرورت ہے۔

ڈھونڈتا پھرتا ہے جس کو چار سُو
حاضر و ناظر ہے تیرے رُو برُو
کھول کر آنکھیں اگر دیکھے گا تُو!
حق تجھے فی الفور دکھلائے گا رُو (سرور)

میں نے اس چھوٹی سی کتاب میں ایشور کے تعلق میں سچائی کا نہایت پُر اثر اور شاندار پہلو دکھا دیا ہے تا کہ آپ اُس کو صحیح معنوں میں محسوس کر کے اس سے

مستفید ہوں ۔ اگر اسے پورن یوگ کہا جائے تو نامناسب نہ ہو گا ۔ جو بعد ریزش کامیابی کے ساتھ اس سے وابستہ خیال، جذبہ اور عمل کے مرحلوں سے گزرتا ہؤا اپنی اصلیت، اپنی حیثیت اور اپنی ذات میں قائم ہو جاتا ہے تو پھر اس کو دائمی زندگی مل جاتی ہے۔ اس دائمی زندگی کو نورانی زندگی، سورگی زندگی، دیوتاؤں کی زندگی، پاکی کی زندگی، امرت کی زندگی کہا جاتا ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے جنم مرن سے مخلصی یا نجات پا جاتا ہے اور اپنی اصلی شان و شوکت جو اس کی آتما سے مخصوص ہے، چمکتا ہے وہ سب کو اپنا آپ جانتا ہؤا سب کے ساتھ بے غرضانہ پریم کرتا ہے بقول ایک مہاتما نفرت، دوئی، منافرت وہیں ہوتی ہیں جہاں ہم کو اپنے اصلی سروپ کا گیان نہیں۔ جہاں یہ کسی کو ٹھیک طور پر ہؤا اس کی جملہ خواہشات، تمنائیں اور آرزوئیں آنند کے سمندر میں ڈوب جاتی ہیں اور پھر وہ گیتا کی زبان میں سب کو آپ میں اور آپ کو سب میں دیکھتا ہؤا اپنی زندگی کا ہر لمحہ سب کی بھلائی اور بہبودی میں صرف کرتا ہے۔

میں اپنے عزائم اور شیریں جذبات کا اظہار مہاتما جی کی برترین آرزوؤں اور حسرتوں سے لبریز الفاظ کے ذریعے کرتا ہؤا دیباچہ کو ختم کرتا ہوں۔

میری بانسری بانسری ہوگی روح کی
عجب اس میں تانیں سناؤنگا سب کو

حقیقت حقیقت ہی پھیلے گی سارے
میں دھوں سے اونچا اٹھاؤنگا سب کو

خدا سب کے دل میں سمایا ہؤا ہے
دکھاؤ نہ دل یہ بتاؤں گا سب کو!

میں نفرت کدورت ہٹا کے پرے اب
محبت سے رہنا سکھاؤں گا سب کو

محبت خدا ہے خدا ہے محبت
میں جا جا کے گھر گھر سناؤنگا سب کو

جو دھوکوں کی پوجا میں اب پھنس گئے ہیں
حقیقت بتا کر اٹھاؤں گا سب کو

کسی کا برا جو نہ سوچے گا ہیرا
سدا مکت ہے یہ بتاؤں گا سب کو

(بھاگ مل سائینی)

پربھو کے ساکشات درشن

رُوح کبھی پیدا نہیں ہوتی فنا ہوتی نہیں
جسم میں آتی نہیں آ کر جُدا ہوتی نہیں
یہ ہمیشہ پاک و بَرتر ہے زوال و نقص سے
اُس کی موت آتی نہیں مٹنے سے خاکی جسم سے
آگ میں جلتی نہیں تلوار سے کٹتی نہیں
سیل میں گلتی نہیں، طوفان سے گھٹتی نہیں
اِس کا جلنا، کٹنا، گلنا، خشک ہونا ہے محال
یہ ہے ساکن خود بخود قائم و محیطِ لازوال

(مجموعہ) ——————— گیتا ادھیائے دوسرا شلوک ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۴

اے پراچین رشیوں، مُنیوں کی مُقدس تعلیم و جذبات کے وارثو! یہ تمہاری تعریف ہے کسی غیر کی نہیں۔ اگر ایک مرتبہ سچے معنوں میں یہ خیال دل پر جم جائے کہ میں آتما ہوں تو جملہ دُکھوں کا ستیاناس ہو جائے۔

دُنیا کے جملہ مہا پرشوں کی رائے ہے کہ انسان قدرت کے مکمل دفتر کا خلاصہ ہے۔ کائنات کا جوہر ہے ایشور کی لامثال کاریگری کا بہترین نمونہ ہے۔ صناعی کی ساری کی ساری خوبیاں اس پر ختم ہو گئی ہیں، اور وہ اس خوبصورت آفرینش میں سب سے

زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ شاندار ہے۔ شاید اسی وجہ سے انسان کی ذات کو چھوٹا برہمانڈ کہا گیا ہے جس کو سمجھ کر حیرانی ہوتی ہے یہ ساڑھے پانچ فٹ کا پتلا ہر وقت بلا ڈھاتا رہتا ہے۔

بقول ایک مہاتما اگر جنگل کا بادشاہ بنا ہوا شیر سے خونخوار اور ہاتھی سے جسیم جانور پر سوار ہے تو دوسری طرف شور کرنے والے عمیق سمندروں کو اپنے پاؤں تلے رستہ دینے کے لیے مجبور کر رہا ہے سمندر اپنی چھاتی کو اس کی گزرگاہ بناتا ہے۔ آگ پانی ہوا اس کی قسم قسم کی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ نظر نہ آنیوالے سیارے اور کرّوں کو اپنی رسا عقل کے اوزاروں سے مجبور کرتا ہے کہ اس کو اپنا پوشیدہ بھید بتلادیں۔ کبھی وہ منگل کے باشندوں سے بات چیت کرنے کا خواہشمند ہے۔ کروڑوں اور اربوں کوس کی دوری کے ستاروں کو کہتا ہے۔ ہمارے قریب آؤ تاکہ ہم تمہارے واقعات اور حالات کو اپنی چھوٹی آنکھ سے دیکھ لیں۔ قدرت بھی اس پیارے اور لاڈلے سے اپنا کوئی راز نہیں چھپاتی وہ کم عقل لوگ ہیں جو انسان کو ضعیف البنیاں کہتے ہیں۔ جب کثیف حالت میں انسان کی ترقی کا یہ حال ہے تو باکمال انسان کی لطیف طاقت کا بیان کرنا کس قدر مشکل ہوگا!

انسانی زندگی کا آخری نشانہ یا لکشیہ یا نصب العین ابدی سرور (آنند) ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ عارضی آنند پر قانع نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ صحیح طور پر کہا گیا ہے

Man cannot live
by bread alone.

یعنی لوک پرلوک کی کوئی بھی شے انسان کو سچی اور پورن شانتی نہیں دے سکتی۔ کیونکہ وہ ایک روحانی وجود ہے اور اپنی ذات میں غیر محدود ہے۔ اس لیے اسے کوئی بھی فانی اور محدود شے تسلی اور شانتی نہیں دے سکتی۔ اسکی خوشی

غیر فانی اور غیر محدود ہے۔ انسان کے دل کی گہرائی کی خواہش سدا ترقی پذیر، لگاتار اور غیر محدود آنند حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مسرت کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایک قدرتی بھوک کے لئے قدرت ہمیں ہر جگہ سامان دیتی ہے۔ آنکھ کے لئے روشنی، بھوک کے لئے کھانا، پیاس کے لئے پانی؛ تو کیا حقیقی آنند کے لئے جو بھوک ہے وہ محض دھوکہ ہو سکتی ہے؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ سچا اور شدھ آنند ضرور موجود ہے۔ غلطی محض غلط تلاش میں ہے۔ ہم اُسے بیرونی اشیا میں تلاش کر رہے ہیں حالانکہ وہ جب ملتا ہے اپنے اندر ہی ملتا ہے۔ باہر دُکھ سُکھ ہے آنند اندر ہے۔

مسرت کی تلاش

جب میرے تخیل کا طائر انتہائی بلندیوں پر محو پرواز ہوتا ہے اور اس بلندی سے دُنیا اور دُنیا والوں پر نظر ڈالتا ہے تو دیکھتا ہے کہ دُنیا کا ہر فرد مسرت کی تلاش میں سرگرداں اور سرگرم عمل ہے۔ دولت و ثروت، عزت و وقار، اعزاز و افتخار، یہ سب مسرت اور خوشی کے ہی مختلف رُوپ ہیں۔ لیکن مشاہدہ سے عیاں ہے کہ جتنی کاوش اور کوشش سے مسرت کی جستجو کی جاتی ہے۔ یہ اُتنی ہی دور ہوتی جاتی ہے اور انسان آلام و مصائب، یاس و حسرت کے صحرا میں گم کردہ راہرو کی طرح محروم دم توڑ دیتا ہے۔ ایسا کیوں؟ اس لئے کہ ہم اپنی زندگی کی شاہراہ کو قدرت کے نظام کے مطابق ہموار نہیں رکھتے۔ نہ کوئی کام کرتے وقت نیکی اور سچائی کے سنہرے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ دولت جمع کرنے کے لئے، عزت و وقار حاصل کرنے کے لئے خواہشات سے مغلوب ہو کر عیش و عشرت کے جھوٹے جھولنے کے لئے ہر طرح کے چھل و کپٹ، مکر و فریب، دھوکہ اور جھوٹ کو بروئے کار لاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلط طریقوں سے بٹوری ہوئی دولت، مسرت اور خوشی

دینے کی بجائے زحمت اور کلفت دیتی ہے۔ بُرے خیالات اور بُرے کاموں کا عادی ہونے سے ذہن میں بُرے اور نفرت انگیز خیالات جمع ہو جاتے ہیں اور نیکی، سچائی اور اچھائی کے خیالات ذہن میں مدھم ہوتے ہوتے آہستہ آہستہ معدوم ہو جاتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ہی زندگی سے خوشی بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ اس لئے بُرے خیالات سے دل کے دامن کو بچا کر سچائی، نیکی اور بھلائی کے خیالات ذہن میں سمونے چاہئیں تاکہ بُرے خیالات کی تاریکی ذہن سے اس طرح کافور ہو جائے جیسے آفتاب کی کرنوں سے رات کا اندھیرا دُور ہو جاتا ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

جوں جوں نیکی اور سچائی کے خیالات ذہن میں اکٹھے ہونے لگتے ہیں۔ بدی اور بُرائی کے خیالات، ناکامی، نا اُمیدی اور نامرادی کے خیالات کے کانٹے، جو تکالیف، مصائب اور رنج و محن کا باعث بنتے ہیں۔ مسرت، انبساط، کامرانی، پریم اور پیار کے خوشنما و خوبصورت پھولوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور پھر، نا اُمیدی، ناکامی اور یاس و حسرت کے کانٹوں پر سونے سے مسرت کے پھولوں کی سیج پر سونے کی سی راحت محسوس ہوتی ہے۔ قدرت چاہتی ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ خوشی اور مسرت سے لطف اندوز ہو، خوشی، انبساط، دلکشی، خوبصورتی اور رعنائی کی کرنیں انسان کی زندگی کو حسین اور روشن رکھنے کے لئے ہر لمحہ نور اور ضیاء بکھیرتی رہتی ہیں تاکہ دُکھ، درد، رنج و غم اور مایوسی کا اندھیرا اس پر اپنا منحوس سایہ نہ ڈال سکے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

کسی دشمن کی دشمنی، مخالفت، عداوت، نفرت اور حقارت کو اُنہیں حربوں سے دُور کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ بغض سے بغض، نفرت، سے نفرت اور حقارت سے حقارت کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہے۔ زندگی جو پرماتما کا سب سے بڑا گراں قدر عطیہ ہے اس کی دلکشی، رعنائی اور رنگینی کو زیادہ سے زیادہ بڑھانے ہی میں راحت ہے، سکون ہے، امن ہے، شانتی ہے۔ اس لئے دل میں زیادہ سے زیادہ قوت

برداشت، جذبۂ عفو پیدا کرتے ہوئے دشمن کی بُرائیوں کو نظر انداز کر کے اس سے ہم آہنگی اور خیر سگالی پیدا کرنی چاہیئے۔ سچائی اور پُر خلوص محبت سے بُرے سے بُرے اور بڑے سے بڑے دشمن کو بھی بھلا اور اپنی بھلائی چاہنے والا بنایا جا سکتا ہے۔ تنہائی میں، دل کی گہرائیوں سے، خاموش آواز سے کہا جائے۔ "دُنیا میں ہمارا کوئی بیری، ورودھی، دُشمن، مخالف اور بُرائی کرنے والا نہیں ہے۔ کسی کے لئے کسی وقت بھی ہمارے دل میں حقارت، نفرت اور بُرائی کے خیالات پیدا نہیں ہو سکتے۔" تو کوئی وجہ نہیں کہ دُنیا سے بیر اور بُرائی، نفرت اور عداوت ختم نہ ہو جائے۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

جب کوئی شخص ہمیں زبان اور عمل سے دُکھ پہنچاتا ہے، ذلیل کرتا ہے، ہمارے جذبات کو زخمی کرتا ہے، ہمارے آرام و آسائش کے ذریعہ کو ہٹانے کی کوشش کرتا ہے تو ہمارے دل میں اس کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ذہن نیکی، خلوص محبت اور ہمدردی سے بیگانہ ہو کر بغض اور کینہ کے جذبات سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ ہر وقت سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اسی خیال میں منہمک رہتا ہے کہ کسی دھوکہ اور فریب سے دشمن کو دُکھ پہنچا کر بدلہ لیا جائے۔ ہماری آنکھیں اُسے دُکھ اور مصیبت میں تڑپتے، سسکتے دیکھ کر مسرت حاصل کرنے کی متمنی ہوتی ہیں۔ اس وقت ہم اس سُنہرے اصول کو فراموش کر دیتے ہیں کہ کسی سے بدلہ لینے کی خواہش اچھائی نہیں ہے۔ کسی کو دُکھ پہنچا کر، اذیت دے کر، ذلیل کر کے کبھی راحت اور سکون حاصل نہیں ہو سکتا!

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

بے بنیاد توہمات سے خوف و ہراس جب دل و دماغ پر چھا جاتے ہیں تو رنج و غم اور ناخوشی پیدا ہوتی ہے۔ ہر طرف تکالیف، مصائب کے ڈراؤنے، مہیب اور بھیانک مناظر فلم کی ریل کی طرح آنکھوں کے سامنے ناچنے لگتے ہیں۔ ہر طرف دُکھ اور عذاب کے بادل چھائے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ یہ ازنگ رنگیلی، خوبصورتی اور رعنائی

سے جگمگاتی دُنیا جہنم سے بدتر معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جُوں ہی حوصلہ افزا اور دل کو ڈھارس دینے والے خیالات پیدا ہوتے ہیں، بے بنیاد دُکھوں کے بادل بکھر جاتے ہیں اور خوشی کا سُورج چمکنے لگتا ہے۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

جب غرور اور تکبّر دل و دماغ سے ہم آہنگ ہوتے ہیں تو انسان خود پسندی، خود بینی اور خود آرائی اور خود پرستی سے متاثر ہو کر اپنے آپ کو دُنیا میں سب سے زیادہ دانائی اور عقل و شعور کا حامل تصوّر کرتا ہے۔ اُس کے نزدیک کسی کی نیک صلاح کو ماننا اَپنے سے اچھے مشورہ پر عمل کرنا، اس کی دانائی اور بڑائی کی توہین کے مترادف ہے۔ انسانیت اور انسانیت کی قدروں کی اس کے دل میں کوئی وقعت نہیں رہتی۔ ہر وقت اَپنے اہمیان بھرے خیالات میں مگن رہ کر خوشی اور راحت کا متمنّی رہتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ وقتی طور پر نہایت خفیف سی مدھم سی راحت کی روشنی حاصل ہو سکے۔ لیکن جلد وہ وقت آ جاتا ہے جب ایسا انسان دُکھ کے اندھیرے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ جہاں نیکی سچائی اور مسّرت کی روشنی پہنچ نہیں سکتی۔ ایسے خوفناک گڑھوں میں گرنے سے بچنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ زندگی کا سفر طے کرنے کے لئے ایسا راستہ منتخب کیا جائے جو بردباشت، ضبط، درگذر، نرمی، رواداری اور محبت کی روشنی سے روشن ہو۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

نیکی اور راستی پر مبنی خیالات کی روشنی میں، ایکاگر چیت سے، ضمیر کی آواز کو سُن کر اور اُس پر عمل پیرا ہو کر زندگی کی شاہراہ پر گامزن ہونے سے ایسی لازوال خوشی اور مسّرت حاصل ہو سکتی ہے، جسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ یہ مدُھر مدُھر میٹھی میٹھی جھینی جھینی آواز قدرت کے لافانی، ابدی اور انادی خوشیوں اور مسرتوں کے سرچشمہ (جس کی وسعتوں کا اندازہ انسانی شعور سے بالاتر ہے) سے ظہور پذیر ہو کر روحانی نغموں، عرفانی گیتوں، محبّت کے راگوں اور پریم کے ترانوں کے روپ میں کائنات کے ذرّہ ذرّہ سے خاموش آواز میں ہر وقت نغمہ ریز ہے۔ جس نے آب گنگا سے پوتر

آنند نہایت گہری اور بذاتِ خود قائم شے ہے۔ یہ ہماری اور کل سنسار کی مرکزی ہستی ہے جہاں دنیاوی دُکھ سُکھ کا مطلق دخل نہیں ہے۔ جب کوئی انسان سچی جد و جہد اور گیان کے ذریعے آنند کا اکھنڈ چشمہ اپنے اندر ڈھونڈ لیتا ہے تو وہ باہر کے سُکھ دُکھ کے درمیان مسرور رہتا ہے اور چٹان کی مانند اٹل ہوتا ہے۔ بیرونی حالات کی اُدلا بدلی میں یکساں رہتا ہے۔

چونکہ آنند سب کی مرکزی ہستی ہے اور سب کے اندر موجود ہے اس لئے بلا لحاظ سب کو مل سکتا ہے۔ دھوکہ یہی ہے کہ اگیان میں ہم اُس کی تلاش بیرونی سُکھوں اور لذتوں میں کر رہے ہیں۔ بیرونی سُکھ خواہ کتنی مقدار میں حاصل ہوں وہ آنند نہیں، بلکہ ایک عارضی جھلک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے ذریعے اندرونی تسکین اور پرم شانتی حاصل نہیں ہوتی۔

آبِ زمزم سے پاکیزہ، آبِ حیات سے برتر، نئے کھلے کنول سے انتہائی سُندر موسم سرما کی پورنیما کے چاند سے دلکش، آلائشوں سے پاک، خوشی اور سرور برساتی ہوئی اس مقدس آواز کو سُنا۔ اُسے اور کچھ سُننے کی ضرورت نہیں رہتی اسے جاننے کو اور جاننا باقی نہیں رہتا۔ اس کی تمام خواہشیں، تمنائیں، آرزوئیں اس سرور آگیں اور راحت بخش مسرت میں ڈوب جاتی ہیں۔ جنم جنمانتر سے خوابِ غفلت میں پڑے سے حقیقی سکھ اور سرور کے پرمانوں کروٹیں لینے لگتے ہیں۔ جیسے ہر طرف لازوال آنند کا ساگر اُمڈ آیا ہو۔ جیسے اتھاہ اور اکھنڈ آنند کی جوتی کا پرکاش ہر طرف پھیل گیا ہو اور پھر ——— وہ سب کو آپ میں اور آپ کو سب میں دیکھتا ہے۔ اُس کی زندگی کا ہر لمحہ سب کی بھلائی کے لئے ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو محدود نہ سمجھ کر لامحدود کا حصہ محسوس کرتا ہے اور دنیا کی ہر چیز اُسے خوشی اور مسرت کا پیام دیتی ہے۔

(شری ایس این گندھرو)

بیرونی حالات اور اولا بدلی ہمیں دُکھ سُکھ تو دے سکتے ہیں یعنی ہمارے من میں (زندگی کی سطح پر رنج و غم کی لہریں پیدا کر سکتے ہیں مگر آنند ہماری اور کل سنسار کی مرکزی ہستی ہونے کے کارن باہر کے حالات سُکھ دُکھ اور خوشی و غم سے بے اثر رہتا ہے۔ اس آنند کو جو پائدار، اُبدی اور بیرونی حالات سے بالاتر ہے پانے کے لئے ہمیں اُس سچی زندگی کو بسر کرنے کی ضرورت ہے جو اپنے آپ میں اور سامنے امرت کے سوا کچھ نہیں دیکھتی اور سب کو سُکھ دیتی ہے۔ نج آنند اور نج سُکھ سے ترپت ہو کر بیرونی سُکھوں کی پرواہ نہیں کرتی جو عین پریم، محبت، بھلائی اور سچائی ہے اور جس کا ہر ایک خیال، جذبہ اور عمل محض بہبودیٔ کل ہوتا ہے۔

چونکہ ہم نے سچی زندگی کی جانب سے مُنہ موڑ لیا ہے اور آنکھیں بند کر لی ہیں اور ہماری تہذیب کی بنیاد ایثار، پیار، محبت، پریم اور ہمدردی وغیرہ پر نہیں رہی ہے بلکہ خود غرضی، مقابلہ اور مار دھاڑ پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ سچی زندگی نے مع اپنی برکات، آزادی، سرور، پریم، پیار وغیرہ کے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ہمیں راہ راست پر لانے کے لیئے جہالت، بدی، مصیبت، اُداسی، غلامی، مرجھاوٹ وغیرہ نے عارضی شکل اختیار کر لی ہے تاکہ ہم سخت ترین تجربات کے ذریعے اوپر اُٹھ جائیں۔ یعنی جہالت غلطیوں، بدیوں اور تکالیف وغیرہ کے مقابلے پر علم، دانائی، نیکی، آزادی، پریم، محبت اور سرور کی طرف آگے بڑھ سکیں۔ آنند کے ظہور کامل کے لیئے درد و غم، مرجھاوٹ ناخوشگوار حالات وغیرہ سے گزرنا لازمی اور لابدی ہے۔ کیونکہ باہر کے موافق یا ناموافق حالات مرکزی آنند کو باہر کرنے کے لئے ہی ہم پر وارد ہوا کرتے ہیں حضرت انسان میں یہ قابلیت موجود ہے کہ وہ بدیوں کی کھاد کو گلزار نیکی میں بدل کر سرور زندگی کا امرگیت گائے یعنی وہ عقل و آزادی کی بدولت نہایت ہی اونچا اُٹھ کر خود زندگیٔ جاوید حاصل کرتے ہوئے ارد گرد کی دُنیا کو سرور سے بھرپور کر سکے۔ قدرت کی طرف سے وہ آزادیٔ ارادہ کے عطیے سے بہرہ ور ہے۔ اگر اُس کو آزاد ارادہ نہ دیا جاتا تو کبھی اپنے لئے مصیبتوں اور تکالیف کا نرک تیار نہ کر سکتا۔ مگر

اس کے ساتھ یہ بات بھی صحیح ہے کہ اگر وہ آزاد ارادہ نہ رکھتا تو وہ کبھی اپنے آخری نکشیہ آنند (ابدی سرور) کا کبھی ادھیکاری بھی نہ ہوتا۔ قدرت کا یہ بدھان عین بھلائی اور عین محبت ہے۔

جس جگت میں ہم نے جنم لیا ہے وہ نہ محض مجسم حکمت اور مجسم حسن ہے بلکہ مجسم سرور، مجسم بھلائی، مجسم پریم اور مجسم محبت ہے وہاں بدصورتی کیسی! درد و رنج کیا ہو گا اور اگیان کا کیا کام! دُکھ کا ظہور تو لگاتار زندگی، آزادی اور سرور کی جانب لے جانے کے لئے ایک عارضی شرط ہے۔ کیونکہ ہر شئے، ہر روپ اور ہر رنگ میں ایک ہی محیطِ کُل مہاپربھو پھیلا ہے جو بہت حسین ہے نازنین ہے مہ جبیں ہے قدرتِ مطلق ہے۔ مُقدرِ مطلق اور قادرِ مطلق ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے صحیح آنکھ والوں کو وہ ہر شے کے اندر بھوگتا، مچلتا، کھیلتا، کودتا اور اکڑتا نظر آتا ہے۔ مگر جس نے جیسا اپنا دل بنا رکھا ہے وہ اسی قسم کے خواب و خیال کا شکار ہوتا رہے گا یا یُوں کہ جس رنگ کی عینک اپنی آنکھ پر چڑھا رکھی ہے اُسے اُسی رنگ کا نظارہ دکھائی دے گا۔ جیسے ہمارے خیالات ہیں ویسی ہماری دُنیا ہے ہم نے مہاپربھو کی دُنیا کو اپنا دلی رنگ دے رکھا ہے غیر صحیح نظر والے کو یہ دُنیا دوزخ سے بھی بدتر ہے صحیح نظر والے کو بہشت سے بہتر ہے اور بھی صفائی سے یُوں سمجھو کہ صحیح نظر والا اس جسم اور جنم میں سورگ کا سُکھ بھوگ رہا ہے۔ اس کے خیال میں بدصورتی وہم ہے اور غیر صحیح نظر والا اس جسم اور جنم میں نرک کا دُکھ بھوگ رہا ہے۔ کیونکہ اس کی اصلی آنکھ نہیں کھُلی۔ اُس کو اس چُلبُلی صورت والی مخلوق کے اندر کوئی طاقت متحرک نظر نہیں آتی بلکہ جنگ و جدل کے تماشے نظر آتے ہیں کیونکہ ہم اپنے اصلی حسب و نسب اور حیثیت کو نہ جانتے ہوئے اندریوں کے دام میں پھنس رہے ہیں اور نفسانیت کے بیچ لڑ رہے ہیں اور زندگی کے ناخوشگوار اور ناموافق حالات کے خلاف واویلا مچا رہے ہیں، یہ زندگی اور اس کے لافانی سرچشمہ کے متعلق غلط سمجھ اور غلط فہمی کا ردِ عمل (ری ایکشن) ہے یعنی دُکھ کا اصلی کارن

ہماری طرزِ زندگی، ہمارا طرزِ خیال اور اپنا سوچ و چار ہے ورنہ بقول ایک پورن مہاتما" اس کائنات میں کہیں بھی دُکھ نہیں ہے جو کچھ ہے سب سُکھ رُوپ ہے کیونکہ زندگی کا نام ہی آنند ہے۔ پھُول کی گلابی، مُسکراہٹ، سورج کے نکلنے کے وقت کی سُرخی، چاند کی فرحت بخش روشنی، سب سُکھ ہی سُکھ ہے طوفاں کی تیزی میں سُکھ ہے۔ آتش فشاں پہاڑ کے شاندار کام میں سُکھ ہے، سیلاب میں سُکھ ہے زلزلہ کی گڑگڑاہٹ میں سُکھ ہے، کیسے سُکھ کے ساتھ سارے کام ہو رہے ہیں۔ ایک ہنڈولہ جھول رہا ہے اُس میں برہما، وشنو، مہیش اور سارے پرانی جھول رہے ہیں اور سب ہستی وسرور میں حقانی راگ گاتے ہوئے سُکھ لوٹ رہے ہیں دُکھ کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔"

اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی تدبیر ایسی ہے جو اس تمام بے چینی، تھکاوٹ و مرجھاوٹ، مصیبت، مخالفانہ جدوجہد وغیرہ کو نیست و نابود کر کے سچی شانتی، شکتی سُکھ کی جانب لے جائے؟ اور اس طرح آخر میں نرولی، لگاتار، سہج اور سوتہ سدھ آنند کی پراپتی ہو جو ہمارے وجود کے مرکز میں سدا موجود ہے۔ ہاں ایسی تدبیر ہے اور ضرور ہے جس کے ذریعے ہم جملہ اقسام کی مرجھاوٹ، تھکاوٹ وغیرہ کو دُور کر کے پرم شانتی اور پورن آنند حاصل کر سکتے ہیں گویا جلتی آگ سے باہر نکل کر امرت کنڈ میں ڈبکیاں لگا کر اپنی ہر قسم کی جلن اور تپش سے کُلی نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

بیشتر اس کے کہ اس تدبیر پہ روشنی ڈالی جائے۔ حضرت انسان کو پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ میں آتما ہوں، شخصیت نہیں ہوں۔ شخصیت میں ذہن (خیالات) دل (جذبات) اور جسم (عادات) شامل ہیں۔ یعنی شخصیت ذہن، دل اور جسم کے مجموعے کا نام ہے۔

بقول گیتا شخصیت اپنا آپ نہیں ہے بلکہ زندگی کا ضروری آلہ ہے اپنا آپ (آتما) شخصیت سے اس طرح الگ تھلگ ہے جیسے بڑھئی اپنے اوزاروں سے

اپنا آپ سوار ہے تو شخصیت سواری ہے۔ اپنا آپ مکین ہے تو شخصیت مکان ہے۔ اپنا آپ بجلی ہے تو شخصیت بیٹری ہے۔ اپنا آپ راگی ہے تو شخصیت ساز ہے اپنا آپ (آتما) بذاتِ خود قائم، خود منور، غیر فانی اور سدا مکمل ہے۔ شخصیت اپنا آپ (آتما) کے سہارے یا آسرے ہے تبدیلی پذیر اور فانی ہے۔ لیکن جب انسان اپنی اصل پوزیشن (آتما) کو بھول جاتا ہے تو خود شخصیت سے چلایا جاتا ہے اور وہ اس کو تکالیف اور بدیوں کے گڑھے میں گراتا ہے۔

یہاں اس سوال کے اٹھاؤ کو روکنا تقریباً ناممکن ہے کہ اپنا آپ یا آتما تو ذاتی سبھاؤ سے چیتن اور ہر پہلو سے مکمل ہے وہ کس طرح جڑ شخصیت سے چلایا جاتا ہے اور وہ کیونکر گیانی بن جاتا ہے اس کا صاف صاف جواب یہ ہے کہ یہ مانا کہ ہماری آتما ہر پہلو سے مکمل ہے اور ذاتی ماہیت سے ہر قسم کے قوانین سے بالاتر ہے مگر ہماری شخصیت ذہن، دل، جسم) میں تو برابر قوانین چلتے ہیں کیونکہ یہ مادہ یا پرکرتی سے تعلق رکھتی ہے اس لئے پورن روحانی شگفتگی کے لئے پہلے ذہن دل اور جسم کا مکمل طور پر نشو و نما پانا نہایت ضروری ہے۔ اگر ہارمونیم ماسٹر تو اپنے فن میں ماہر ہو مگر ہارمونیم باجہ خراب حالت میں ہو تو وہ اس کے ذریعہ دل خوش کن راگ نہیں نکال سکتا۔ بڑھئی یا معمار تو لائق ہو مگر اس کے اوزار درست نہ ہوں تو وہ اپنا کمال نہ دکھا سکے گا۔ ایسے ہی انسانی روح (آتما) تو ماہیت ذاتی سے پورن ہے مگر اسے اپنا روحانی کمال دکھانے کے لئے نہایت ترقی یافتہ شخصیت (ذہن دل جسم) کی ضرورت ہے ورنہ وہ پورن ہوتی ہوئی بھی روحانی شگفتگی نہ دکھا سکے گی۔ اس سلسلہ میں کٹھ اپنشد کے چند پھولوں کو سونگھ کر تو دیکھو کہ ان سے کیا خوشبو آرہی ہے۔

" آتما سوار ہے جسم رتھ ہے بدھی رتھ بان ہے من لگام ہے اور اندریاں گھوڑے ہیں۔ جس رتھ کے گھوڑے سدھے ہوئے ہیں لگام پائیدار ہے اور بدھی رتھبان نے ہاتھ میں خوب مضبوطی سے پکڑ رکھی ہے وہ رتھ اس منزل مقصود کو پہنچا

ہے جو وشنو کا پرم پد ہے یعنی سروودیک آتم پد کو پہنچتا ہے جہاں گھوڑے
سدھے ہوئے نہیں ہیں نہ من کی لگام پر پورا پورا قابو ہے اور نہ بدھی یا تمیز
ہے یعنی نہ بدھی کا رتھ بان ہوش میں ہے وہ رتھ راستے میں چور چور ہو جائیگا۔

بعض نادان اور اگیانی اشخاص کو اپنی شخصیت کی نشوونما، وکاس، اُنتی، ترقی
اور شگفتگی کے الفاظ بہت بُرے لگتے ہیں اور اُس کو اپنا سب سے بڑا
دشمن خیال کرتے ہیں اس کو نیست و نابود کرنا یا اُس سے مکمل رہائی پانا چاہتے
ہیں اور طرح طرح کی تدابیر سے اپنے حواسوں کو کُند، ذہن کو ناکارہ، نکما اور سست
اور پرانوں کو کمزور بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ ان کا وجود کل
موجودات کا خلاصہ ہے اور جس کے ذرے ذرے میں آفتاب حکمت تاباں ہے
اور اندرونی آنند کے ظہور اور اُچھالے کے لئے ان کا وجود ایسا ہی ضروری ہے
جیسے راگ کے لئے ساز۔ اپنے وجود کو بدی جان کر اُس کو مٹا دینے کی خواہش
ایسی ہی حماقت ہے جیسے ساز موسیقی سے شور نکلتا دیکھ کر اُسے دور پھینک
کا خیال۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ شخصیت کے کسی جزو (ذہن، دل اور جسم) کو نظر
انداز کرنے کی بجائے اُسے متناسب نشوونما دے کر ان کا قدرتی استعمال کریں
پورن آنند کے پانے کا یہی ایک ماتر راستہ ہے۔ اسی خیال سے ایک پورن
مہاتما نے کہا ہے کہ سارا جگت مہاپربھو کا اُبدی اور میٹھا گیت ہے اور ہمارا وجود
(شخصیت) اس گیت کو سننے اور اس کا رس لینے اور خود اُس کے ساتھ شرملا
کا ایک نفیس ترین زندہ ساز ہے۔

پرکرتی کی مانند اس کے کاریہ (ذہن، دل، جسم) جڑ اور پرپراشی ہیں مگر جس
طرح عینک (جڑ) خود کوئی نظر نہ رکھتی ہوئی انسان کی نظر کو تیز اور دھندلا کر سکتی
ٹھیک اسی طرح انسانی آتما (روح) کے شدھ گیان (چیتن سروپ) ہونے پر
جڑ شخصیت کا پربھاو پڑتا ہے۔

اس لئے پورن خوشی اور آنند کے لئے اپنی شخصیت کے پُر اسرار باجے

ہر ایک جزو ذہن، دل اور جسم کو قوانین قدرت کی پیروی اور موافقت اور دیگر تدابیر کے ذریعے سے وہ شیریں اور دلکش لہریں باہر کی جانب جو سدا کے لئے آنند اور سُرور سے مست کردیں۔

بقول ایک مہاتما جس نے اس ابدی اور شیریں زندگی کو دیکھا ہے سُنا ہے اور محسوس کیا ہے۔ شخصیت ایک نفیس ترین تراتارا ساز ہے جس کی تینوں لہریں ذہن، دل اور جسم ہم آہنگ ہوکر زندگی کا نہایت شیریں اور میٹھا راگ گاتی ہیں اور سچی زندگی، غیر فانی زندگی، اصل طاقت اور لذت نئے آنند سے بہرہ ور کرتی ہیں۔

باجہ تو اس لئے بنا ہے کہ اُس کے ذریعے سچا راگی شور سے میٹھا اور شیریں راگ پیدا کرکے اپنے اندرونی حُسن و سُرور کا حظ اُٹھائے۔ اسی طرح انسان کو شخصیت اس لئے ملی ہے کہ وہ اپنی اصلیت اور حقیقت (رام تمام) کو یاد رکھتا ہو اس کے ذریعے اپنے اندرونی نُور و سرور کو ہر سُو پھیلا لے اور اُس سے دوسروں کو بھی بہرہ یاب کرے۔

شخصیت کے تین اجزا اور ان کی کھیلتا

"ذہن"

ذہن کا کام سوچنا ہے ہمارا یہ کام ہے کہ ہم ذہن کو غلط سمت کی جانب دوڑ دھوپ کرنے نہ دیں ورنہ وہ سچے آنند سے ہمیں دُور لے جائے گا۔ اس لئے عشق و عشق سے اُسے اتنی ترقی دینی چاہیئے اور خیال میں اس قدر تیزی ہونی چاہیئے کہ وہ ہر شے کی سطح کو پھاڑ کر اس کی اندرونی حقیقت (خدا) تک پہنچ جائے۔

ہماری ذہنی جزو کی سچی زندگی سب میں وحدت کا دیدار پانا ہے جب تک ہم دُنیا کی اشیا اور واقعات کے درمیان اختلاف دیکھتے ہیں اور ان کے درمیان رشتہ وحدت نہیں دیکھ پاتے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہماری ذہنی زندگی سپھل نہیں ہوئی جب

تک یہ حیوانی خواہشات اور نفسانی ابھاروں سے خالی نہیں ہوتا اُس پر انکشافات کا دروازہ نہیں کُھلتا۔ اس جُزو کی زندگی سب میں ایک اور ایک میں سب کے درشن کرنا ہے جب انسان پر یہ رازِ مخفی کسی طرح کُھل جاتا ہے کہ سارا جگت آنند سے پربھو کے سوا کچھ نہیں اور ہر ایک شکل و صُورت اُسی کا رُوپ ہے اور انسانی حرکات اور افعال کے پیچھے وہی ایک ابدی اور نُورانی زندگی موجود ہے ——— جو پل پل میں نئی شکل و صورت میں نمودار ہو رہی ہے اور جگت اُس کا اُمرت بھرا سنگیت ہے تو اس کی زندگی دن بدن میٹھی اور رسیلی ہوتی جاتی ہے اور اس کے ہر رگ و ریشہ میں آنند کا راگ چھڑ جاتا ہے اور کُھلی آنکھوں چلتا پھرتا ہُوا، یوگ سمادھی کا پُورن آنند حاصل کرتا ہے اس کے لئے دیکھنا، سُننا، چلنا، پھرنا، چھُونا، سوچنا وغیرہ سب کچھ ہی سمادھی رُوپ ہو جاتا ہے اور ہر حالت میں دل نُور و سُرور سے بھرپور رہتا ہے

پرماتمن ستیہ ایک ہے

بھگوان کرشن فرماتے ہیں:۔ کھولدو کواڑ کھولدو اپنی آنکھیں! پھر دیکھو میں ہیچ ہر طرف تمہاری جانب دیکھ رہا ہوں۔ میرا کوئی نام نہیں مگر جگت کے سب نام رُوپ میرے ہیں درحقیقت ایک ماتر امرت مے پرماتمن ستیہ ہی نمودار ہو رہی ہے اور سدا بدلنے والے نام رُوپ اُسی کے بیرونی ظہور ہیں اسی لئے ویدک رشیوں نے بجا طور پر کہا ہے۔

"وہ پُورن ہے یہ پُورن ہے، پُورن سے پُورن اُتپن ہوتا ہے
پُورن سے پُورن کو نکال لینے پر بھی پُورن ہی بچ رہتا ہے"

"سروم کھلوِادم برہم" (یقیناً یہ سب کچھ برہم ہے)

ایسے ہی سرتاج دھرمت سری گورو نانک دیو جی مہاراج فرماتے ہیں:۔

سداام کی محلہ تیجا اخد اِک اونکار ست گور پرساد)

ہر من اور نا دیکھو کوئی ندری ہر نہسا لیا

ایہہ وِشِ سنسار تم دیکھدے　　ایہہ ہر کا رُوپ ہے
ہر رُوپ ندری آئیا　　گور پرسادی بجھیا

جاں دیکھیاں ہر اک ہے
ہر بن اَوَر نا کوئی!
کہے نانک ایہہ نیتر اندھ سے
ستگور ملئے
دب ورشٹ ہوئی

جو دسے سو سگل تُوہے پسریا پاسار
کہو نانک گور بھرم کاٹیا سگل برتم وچار
"انک بستھار ایک تے بھئے"!!

آپے آپ اُپایئو!　　آپے باپ آپ ہی مایئو
آپی سُوچھم آپی استھولہ　　لکھی نہ جائے نانک ایہہ لیلا
دُکھ سُکھ مان اپمان　　اَیک پرکار کیے بھگوان
اپنی کھیل آپ کر دیکھے
کھیل سنکوچے تو نانک ایکے

یہی سائیں بُلھے شاہ قصوری کا نُقطۂ نگاہ ہے ۔
بُلھّا ہُن شو صحیح سمجھاتے ہو
ہر صورت نال پچھاتے ہو
کِتے آتے ہو کِتے جاتے ہو
ہُن تیتھوں بُھل نہ جائی دا
واہ! کیا کیا رنگ وٹائی دا
ہُن کِستوں آپ چھپائی دا
محترم شاعر بھی یہی کہتا ہے ۔

ہر آنکھ تک رہی ہے تیرے ہی منہ کو پیارے ٭ ہر کان میں ہوں پاتا معمور شور تیرا
جب جی میں یہ سمائی جو کچھ کہ ہے سو تُو ہے ٭ پھر دُور دل سے کیوں ہو پیارے خیال تیرا

اسی مرکزی نظر سے بہرہ ور ہو کر امریکہ کا مہا رشی بائل ہارٹ کہہ اُٹھا تھا۔

God must be all or not at all.

(خدا ہی سب کچھ ہے یا اس کا وجود ہی نہیں)

اسی شاہی راز سے بہرہ ور ہو کر نئی دُنیا کا مفکر مہاتما ایمرسن پکار اُٹھا تھا

The day of days, the great day of the feast of life is when man's inward eye is opened into the unity of things into the Omni-presence of law.

(زندگی میں دنوں کا سرتاج دن، زندگی کی ضیافت کا بڑا دن وہ ہے جبکہ انسان کی گیان چکشو دنیاوی اشیاء کی وحدت اور قانون کی ہر جا موجودیت کی جانب کھل جاتی ہے)

اسی نظریہ سے امریکہ کے ممتاز رشی کارلائل نے کہا ہے:۔

When I touch the earth I touched God.

جب میں زمین کو چھُوتا ہوں تو ایشور کو ہی چھُوتا ہوں۔

Nature is the shining time garment of God. It conceals Him from the fool but it reveals Him to the wise.

قدرت ایشور کا بھڑکیلا لباس ہے۔ یہ اُسے مورکھ سے چھپاتی ہے مگر گیانی کو اس کا دیدار کراتی ہے۔

بقول ایک مہاتما کو ایشور ایک ہے مگر اُسے لوگ مختلف نظروں سے دیکھتے ہیں۔ کوئی اس کو مالک خیال کرتا ہے کوئی ماں باپ کہتا ہے کوئی سچدانند

مانتا ہے۔ نظر نظر کا پھیر ہے وہی نرگن ہے وہی سرگن ہے جس وقت بھگوان رام چندر مہاراجہ جنک کی کمان توڑنے کو کھڑے ہوئے اُس وقت کی تصویر گوسائیں تلسی داس جی نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ کھینچی ہے وہ لکھتے ہیں۔

"جن کا جیسا اعتقاد اور یقین تھا اُس کے مطابق انہوں نے بھگوان رام کی صُورت دیکھی۔ میدانِ جنگ کے شیدائی راجاؤں نے دیکھا کہ بھگوان رام بہادری مجسمہ ہیں۔ جو راکھشس راجاؤں کا بھیس بنائے بیٹھے تھے سری رام موت کی مانند نظر آئے۔ شہریوں نے دونو بھائیوں کو نور و سُرور بخشنے والا دیکھا۔ عورتوں نے اپنی اپنی خواہش کے مطابق حسن مجسم دیکھا۔ پنڈتوں نے انہیں براٹ رُوپ میں دیکھا جن کے ہزاروں منہ، پاؤں، آنکھیں اور سر ہیں۔ راجہ جنک کے لواحقین نے یوں دیکھا کہ جس طرح رشتہ دار پیارے لگتے ہیں رانیوں نے بھگوان رام کو اپنے بچوں کی مانند دیکھا اور اُن کے پریم کی انتہا نہیں۔ یوگیوں نے پار برہم یعنی اصلیت اور حقیقت کی مانند دیکھا۔ جو شانت، شُدھ اور بے تعریف ہے اور نُورِ مطلق ہے۔ بھگتوں نے اِشٹ دیو کی مانند آنند دینے والا دیکھا جس بھاؤ سے مہارانی سیتا نے بھگوان رام کو دیکھا وہ سُرورِ عشق بیان میں نہیں آسکتا۔"

شری تلسی داس جی نے یہ دکھانا چاہا ہے کہ جس کی جیسی بھاونا یا خیال ہے وہ ایشور کو اسی شکل و صورت میں دیکھتا ہے۔

مذہب و ملّت جُدا ہیں کام سب کا ایک ہے — سینکڑوں عاشق دلارام سب کا ایک ہے

ابتدا ہے مختلف انجام سب کا ایک ہے — سب خدا کی ذات ہیں نام سب کا ایک ہے

اصلیت میں ہمارے حواسوں کے راہ سے جو کچھ بھی معلوم و محسوس ہوتا ہے جسے ہم اگیان میں جگت کہہ کر پکارتے ہیں۔ حقیقت میں ایشور آپ ہی اپنے سگن رُوپ میں درشن دے رہا ہے مگر ہم اُسے صحیح طور پر نہ پہچان کر اُسے غائب خیال کر رہے ہیں۔

وہ نہ صرف جگت رُوپ میں ہی ساکشات درشن دے رہا ہے بلکہ ہمارے

جسم و جان کی راہ وہ آپ ہی اپنے آپ کو دیکھتا اور سنتا ہے یا یوں کہ وہ محض باھر ہی موجود ہے بلکہ ہماری شکل و صورت کی راہ سے اپنے باھر کے حسن و تماشے کا آپ ہی تماشائی ہو رہا ہے یعنی باھر اندر اُس کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہے۔ جس طرح موج کی شکل و صورت میں پانی اور زیور کی شکل و صورت میں سونا موجود ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح ہماری شکل و صورت کے اندر (روح) باھر (جگت) وہی ہے اس کے سوا اور کچھ بھی موجود نہیں ہے۔

یہ نام روپ یہ لگاتار ادلا بدلی ایک ہی مہا پربھو کی لیلا کے سوا کچھ نہیں جس طرح پانی جم کر برف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک ہی مہا پربھو اپنی شکتی (مایا پرکرتی) کے ذریعہ نام روپ دھارن کر کے پرکاش دے رہا ہے۔ مہا پربھو کے سوا کہیں بھی کچھ موجود نہیں ہے۔ اگر ایک مہا پربھو کو چھوڑ کر نام روپ الگ تھلگ وجود رکھتے تب تو انہیں دور کر کے مہا پربھو کو پانے کی جدوجہد کرنی پڑتی۔ جب تم بچے تھے تو ایسا سمجھ رہے تھے لیکن اب تمہیں جگت کو ہی مہا پربھو جان کر گرہن کرنا چاہیئے جب تم ایسا جانو گے تب تم اوپر اُٹھ جاؤ گے اور زندگی بامعنی ہو جائے گی۔

ایک پورن مہاتما نے سچ کہا ہے —————— ارے اس سورج بھگوان کو دیکھنے کے لئے کونسا لیمپ ہاتھ میں لے کر دوڑتا ہے؟ مہا پربھو تو اب بھی سوپرکاش (بذاتِ خود روشن) اور سارے سنسار کی اشیاء اُس کے ذاتی نور سے روشن ہو رہی ہیں۔

اُپنشدوں کے رشیوں نے بھی اُس کو اندرونی نظر سے آتما اور بیرونی نظر سے برہم کا نام دیا ہے یعنی آتما اور برہم ایک ہی ہے۔

اس سنسار میں شکلوں، صورتوں کا کوئی انت نہیں ہر شے تغیر و تبدل میں ہے مگر ان میں ایک ہی حقیقت موجود ہے۔ "سروم کھلوادم برہم" (یقیناً سب کچھ برہم ہے) وید بھگوان کا یہ مہا واکیہ پرم ستیہ کا اعلان کرتا ہے۔ اگرچہ وہ محبت، حسن، طاقت وغیرہ کی مختلف صورتوں میں ظہور کرتا ہے۔ اُس کے ظہورات کی ایک شکل دوسری

شکل سے نہیں ملتی۔ اس کے مشہود ظہور میں اختلافات کا ہونا لازمات سے ہے یعنی اختلافات کا ہونا اس کا عالمگیر قانون ہے جو کام یا طاقتیں باہر ظہور کر رہی ہیں اُن کے کاموں اور شکلوں میں ہمیشہ فرق رہے گا۔ اگر وحدت ملے گی تو اندرونی ملے گی بیرونی ہرگز نہیں۔ ظہورات میں ہم شکل اور یکسانیت ناممکن محض ہے جملہ لوگ حقیقت میں وحدت تلاش کرنے کی بجائے اُسے ظہورِ حقیقت میں تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہو نہیں سکتا۔ جو ناممکن محض ہے۔ لیکن حقیقت اور اس کا ظہور دو الگ الگ ہستیاں نہیں۔ جب تک ہماری نظر ظہورات کی اندرونی وحدت کو نہیں دیکھتی تب تک لاانتہا مختلف صورتیں ہی نظر آتی رہیں گی۔ لیکن اہل بصیرت دیکھ لیتے ہیں کہ جملہ اسما میں ایک ہی مسمیٰ ہے۔

ذاتِ مطلقہ کا کشف ہوئے بغیر جگت کی مختلف صورتیں اور متضاد حالتیں بذاتِ خود موجود حقیقتیں معلوم ہوتی ہیں یعنی جگت کو ہم بالکل الگ تھلگ ہستی تصور کرتے ہیں اور اُسے بھلانے کے لئے کئی ایک سمادھیاں لگاتے ہیں لیکن جونہی سمادھی سے باہر آتے ہیں رنگارنگی سے لبریز جگت کا پردہ سامنے موجود پاتے ہیں۔ ان غیر قدرتی طریقوں، سمادھیوں اور ابھیاسوں سے عارضی طور پر جگت کو بھلانے میں کامیابی تو ضرور ہو جاتی ہے لیکن پائیدار اور برقرار آنند حاصل نہیں ہو سکتا۔ باطنی نظر کی صفائی ہو جانے پر یہ حقیقت روزِ روشن کی مانند ظاہر ہو جاتی ہے کہ برہم اور جگت دو چیزیں نہیں ہیں برہم ہی اپنی چیت کلا سے جگت کا روپ دھارن کئے ہوئے ہے۔ تب اپنی توجہ کو مصنوعی طریقوں سے سمیٹنے کی تکلیف اور تناؤ کی چنداں ضرورت نہیں رہتی اس لئے پُوران پُرش فرماتے ہیں کہ حقیقت (خدا) کے ظہور دنیا سے مت بھاگو۔ کھلی آنکھوں کے دھیان کی مشق سے دل و دماغ صحیح ہو جائیں گے بند آنکھوں والا ابھیاس حقیقت کو بھلانا چاہتا ہے۔ ابھیاسوں کے ذریعے ابھیاسی طرح طرح کے لطیف و کثیف نظارے (وریشیہ) پیدا کرتا ہوا اُن میں بُری طرح پھنسا رہتا ہے۔ جیون کی سنپھلتا بیداری ہے یعنی جاگنے میں ہے اپنے آپ میں جاگ کر سب کو اپنے آپ میں اور اپنے آپ کو

سب میں دیکھنے میں ہے۔

بقول ایک مہاتما "سروم کھلوادم برہم" کی حقیقی روشنی اگر انسان کے دل و دماغ میں پورن طور پر سما جائے کہ ذاتِ برہم کے سوا کچھ ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ تو جھر تسم کی دوڑ دھوپ خود بخود ہی دور ہو جاتی ہے اور من اپنے آپ ستھر ہو جاتا ہے۔

"سب ایک ہے" کو ثابت کرنے کے سلسلہ میں کئی ایک بزرگوں کے پرمان پیش کئے گئے ہیں۔ اگرچہ ان کی خاص ضرورت نہ تھی چونکہ ہندوستانی بھائی یہی اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ بات تو ہندو شاستروں میں درج نہیں ہے۔ بھگوان کرشن نے تو ایسا نہیں کہا۔ بھگوان بدھ تو ایسا نہیں کہتے۔ اس لئے میں نے مجبوراً یہ سندیں پیش کی ہیں ورنہ ان کی مطلق ضرورت نہ تھی۔

گیان آنکھ کے کھل جانے پر منش دیکھ لیتا ہے کہ ایک ہی حقیقت سب کے اندر باہر، سب کا سہارا سب کی اصل اور جان کی جان ہے۔ وہ نت نئی سے نئی چشمہ حسن اور پیاری سے پیاری ہے اور یہ نظر دکھا دیتی ہے کہ حقیقت کے اندر جملہ اشیاء اور جاندار آپس میں رشتہ عضوی رکھتے ہیں یہاں پہلے اس نظر کی عدم موجودگی میں ہماری زندگی جو عین مقابلہ اور جنگ و جدل تھی عین محبت ہو جاتی ہے۔ کسی سے بھی نفرت اور مخالفت نہیں رہتی۔ اس سلسلہ میں ایشی اپنشد بڑے زور دار الفاظ میں فرماتی ہے۔

"جو شخص جملہ اشیاء پر ماتما میں اور پرماتما کو جملہ اشیاء میں دیکھتا ہے وہ اس وجہ سے کسی سے نفرت نہیں کرتا۔"

جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم اصل معنوں میں گیان کی نظر سے سب میں ایک دیکھتے ہیں تب ہماری زندگی عین محبت اور ایک پُر سرور گیت بن جاتی ہے اس لئے ذہنی جزو کو سپھل کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے، کہ اُسے یہ اچھی طرح گیان ہو جائے کہ ایک بھگوان سروویاپی اور سرب بھوت میں موجود ہے۔

اس گیان کے ذریعے کہ اس کی اپنی صورت کے اندر بھگوان ہی موجود ہے، اُس کی خودی جو جداگانہ صورت کو دیکھ کر اپنے آپ کو بذاتِ خود قائم ہستی مان رہی تھی بالکل دُور ہو جاتی ہے اُس کا اس طرح اپنے محدود جسم کے اندر باہر غیر محدود ذات کو دیکھنا ہی خودی کا مکمل علاج ہے۔ اس خودی کو دُور کرنے کے سلسلہ میں ہی کرم یوگ بھگتی یوگ، راج یوگ اور گیان یوگ کا ظہور ہوا تھا۔ کرم یوگی کہتا ہے ــــ "کرم کرو پھل کی اچھا نہ رکھو"۔ یہ کرم یوگ کی معراج ہے۔ بھگت کہتا ہے "بھگتی کرو اپنے آپکو بھول کر بھگوت کے خیال میں ایسے محو بنانے کا جتن کرو کہ تم نہ رہو"۔ یہ بھگتی کی معراج ہے۔ گیانی کہتا ہے "ایم آتما برہم" یہ گیانی کی معراج ہے۔ یوگی کا بھی یہی عمل ہے ان چاروں کی منزلِ مقصود ایک ہے معراج ایک ہے۔ رستے چار ہیں سب کا مطلب خودی، خود غرضی اور محدودیت کے دام سے نکلنا ہے۔

اس تعلق میں آپ سوال کریں گے کہ خودی کیا ہے؟ اُس کا جواب یہ ہے۔ کہ حقیقت ایک لامحدود ہستی ہے۔ جس میں "میں"، "تُو" کا کچھ بھی بھید نہیں۔ جب غلطی سے یا جاہلانہ وہم کی وجہ سے تمہارے دل میں یہ خیال اُٹھتا ہے کہ تم ایک جداگانہ ہستی ہو تو یہی گمان تمہیں لامحدود زندگی سے جُدا کر دکھاتا ہے۔ ایسی صورت میں اپنا شخصی وجود اور اس کے افعال ہی اپنا آپ معلوم ہوتے ہیں۔ اپنے آپ کو جداگانہ وجود محسوس کرتے ہی ذات پات وغیرہ کا خیال آتا ہے۔ خودی میں ایشور یا ایک پرماتما دُور سے دُور معلوم ہوتا ہے۔ یعنی تم نور سرور کے ابدی چشمہ کو اپنے وجود سے الگ تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہو اس حالت میں حکمت سے پُر جگت کی ہر شے ناموافق اور ناخوشگوار محسوس ہوتی ہے ہر شے غیر دکھائی دینے کی وجہ سے خودی کی محدود زندگی سخت ترین مزاحمت اور رگڑے کے صدمے اٹھاتی ہے خودی کا جینا لگاتار خوف اور بھے کا جینا ہوتا ہے اور ایک قسم کی لگاتار خودکشی ہی ہے۔

خودی کی حالت میں انسانی زندگی کا موٹو یہ ہوتا ہے۔ "میری اچھا پورن ہو" دنیا اور ایشور میرے سے لئے ہیں اور میری خواہشات کے پورا کرنے کے سادھن یا وسائل

ہوتے ہیں۔ اگر انسان نمسکار یا پرارتھنا کرتا ہے تو محض اپنے انشٹ دیو کو خوش کر کے اُسے اپنی خودی میں لگانے کے لئے کرتا ہے۔

جب ہٹلر کو متواتر کامیابیاں ہوتی رہیں تو اُسے یہ خیال غالب رہا کہ وہ محض کامیابی کے لئے ہی پیدا ہوا ہے اور دُنیا و خدا اس کے لئے ہیں۔ آخری دنوں میں جب اُسے قدم قدم پہ رکاوٹوں، ناکامیابیوں اور مایوسیوں کا تجربہ ہوا تو اُسے صاف طور پر محسوس ہوا کہ اس کے چاروں طرف ایک طاقت موجود ہے جو اُس کے ارادوں اور خواہشوں کی ذرا پرواہ نہیں کرتی اور جس کے مقابلے میں اُس کی ہستی ایسی ہی ناچیز اور ہیچ ہے جیسے ناپیدا کنار اور اتھاہ سمندر کے مقابلے میں ایک بلبلے کی ہستی۔ آخر اس نے سخت مایوسی کے عالم میں خودکشی کر لی۔

جو انسان اپنی ہر ایک بات کو اپنی عقلمندی اور دانائی سے منسوب کرتا ہے پرماتما کی طرف سے نہیں وہ اپنی خودی کو خدا ماننے والا ہے اور وہ ہٹلر کی مانند بُری موت مرتا ہے۔

جب انسان کو گیان درشٹی سے اپنے وجود کے اندر باہر بھگوان کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تو پھر اندر باہر کی دُنیا اپنا رنگ و رُوپ بدل کر برہم مئے ہو جاتی ہے زمین، پانی آگ وغیرہ جملہ اشیاء بھگوان کے اعضا معلوم و محسوس ہوتے ہیں یعنی ساری کائنات بھگوان کا زندہ جسم محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ اس پرم چیتن کی شیریں گود میں بیٹھ کر دائم نشچنت رہتا ہے اور سارے کا سارا جیون برہم بیوہار ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں اس جیون کا نام ہی تو برہم چریہ ہے۔ جیسا کہ امریکہ کے مشہور رشی مہرشی ایمرسن فرماتے ہیں۔

We live in the lap of immence intelligence.

(ہم بے اندازہ فراست کی گود میں دائم لیٹے رہتے ہیں)

اس حالت میں اُس کی زندگی کا موٹو یہ ہوتا ہے "تیری اچھا پورن ہو" اور جب ۴

۴ وہ اندر جھانکتا ہے تو شمس تبریز کے منہ سے کہہ اٹھتا ہے۔ عجب من شمس تبریزم کہ عاشق گشتہ ام بر خود
چوں خود از خود نظر کردم ندیدم جز خدا در خود

اور جب

وہ باھر کی جانب دیکھتا ہے تو ہاتما ہیر کے منہ سے کہہ اُٹھتا ہے

اَپنے آپ سے کھیلے یار دھر کر رُوپ کروڑ ھزار

پھر بھی رہتا ایک اونکار مہما اس کی اپرمپار

مختصر یہ کہ اُس کی درشٹی میں ہر ایک رُوپ میں ایک کو دیکھنا ہی ہری درشن اور ہر ایک ملاپ کو ایک سے پریم پیار کرنا ہری بلن ہوتا ہے اور وہ سارے جگت میں ایک کا سوندریہ، ایک کا ہی جلال، ایک ہی کی چمک، ایک ہی کی شان دیکھ کر سرور کامل پاتا ہے۔ یعنی وہ آنند کے پیغامبر گورو نانک دیو کے بتائے ہوئے شاہی راز "انتر ایکو باھر ایکو سب میں ایک لکھائے" کے پُورن گیان سے بہرہ ور ہوتا ہے اور اس کی زندگی امرگیت ہو جاتی ہے۔

یہ درجہ سمیک درشن کا ہے اس میں دویہ جیون کا ظہور ہوتا ہے۔ اس درجہ میں انسان ہر ایک واقعہ میں ایک کے حسن، سچائی، بھلائی اور پریم کو دیکھ کر پرم آنند اور اتھاہ شانتی کو حاصل کرتا ہے اور اپنے وجود کی نیستی کے آئینے میں ہی سدا اُس ایک کا دیدار پاتا ہے ایسے جیون کا ہُو بہُو بیان کرنا ممکن نہیں ہاں اُس کی جانب محض اشارات دیئے جا سکتے ہیں۔

جب اندر باھر ایک کا درشن ہی ہوتا ہے تو خودی کی مکمل موت ہو جاتی ہے کیونکہ ایک کے سوا کچھ اور معلوم ہونے کا نام ہی تو خودی ہے اور اسی خودی میں ہی موت اور جدائی کا دھوکہ ہوتا ہے اور جب اپنے وجود میں بھگوان کے سوا اور کچھ نظر ہی نہ آئے تو باھر کی دُنیا لازمی اور لابدی طور پر اپنا رُوپ بدل کر برہم مے ہو جاتی ہے اور آنکھیں ہر رُوپ رنگ میں اُسی پرم سُندر کو دیکھتی ہیں۔

خودی مٹی تب سُکھ بھئے من تن بھئے اروگ

نانک درشٹی آئیا اُستت کرنے جوگ (گورو نانک دیوجی)

یہاں خودی اور خود غرضی سے بالاتر ہیج اور سبھاوک نمونہ کی زندگی کی ایک مثال دی جاتی ہے جو پڑھنے سننے والوں پر گہرا اثر رکھتی ہے۔

گذشتہ زمانے میں ایک نہایت پوتر زندگی والے مہاتما ہو گزرے ہیں جن میں قدرت کی ہر شے اور ہر حالت میں سوندریہ (حسن) دیکھنے کی نگاہ حسن پائی جاتی تھی وہ موجودات کی ہر شے اور ہر حالت میں محض عالمگیر سچائی، طاقت اور بھلائی دیکھتا تھا عام نگاہ میں جو شے مکروہ اور بدنما دکھائی دیتی ہے۔ وہ اُس میں بھی اپنے پریتم کا درشن پاتا چت حسن کی پتلی قدرت کی ہر حرکت اُسے پریتم کا خوشی بھرا ناچ نظر آتا تھا۔ وہ اپنی زندگی یری زندگی کے زیر اثر قدرت کی ہر شے کے ساتھ پریم سے بغلگیر ہوتا تھا۔ ہر وقت اُس کے روم روم سے امرت کے چشمے جاری رہتے تھے۔ سچ مچ اُس کی زندگی سچائی، بھلائی اور پاکیزگی کی دھارا تھی اپنے پاس آنے والوں کے لئے اُس نے پاکیزہ سُر در کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ اُس کے محض درشن کا پرواہ متلاشی حق کے جذبات اور خواہشات کی کثافت کو بہائے جاتا تھا۔ اُس کی حیرت انگیز پوترتا، پاکیزگی اور آنند کو دیکھنے کے لئے آسمانی فرشتے اُس کے پاس آئے اور انہوں نے اس نرالے اور انوکھے مہاپُرش کو دیکھ کر خدا کے حضور میں دعا کی۔ "اے خدا اس مہاتما کو اپنی خاص مہربانی اور بخشش سے صاحب کرامات بنا دے" آکاش سے آواز آئی۔ "میں مہاتما کو صاحب کرامات بنانے میں بالکل رضامند ہوں۔ اُس کو پوچھا جائے کہ وہ کس قسم کی طاقت حاصل کرنا چاہتا ہے"۔

پھر کیا تھا فرشتوں نے فوراً مہاتما سے پوچھا۔ "کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہارے ہاتھ میں اس قدر طاقت آ جائے کہ جس بیمار کو ہاتھ لگاؤ وہ اچھا ہو جائے"۔

"بالکل نہیں"۔ مہاتما نے جواب دیا۔ "میں اسے ہرگز پسند نہیں کرتا۔ یہ طاقت محض خدا میں ہی رہنی چاہیئے"۔

"کیا تم پسند کرو گے کہ تمہیں ایسی عجیب و غریب طاقت مل جائے جس سے تم ہر قسم کے گنہگاروں کو پاکیزہ بنا سکو اور سنسار کے تفکرات سے مرجھائے ہوئے دلوں کو شگفتہ کر سکو"۔

"نہیں نہیں، اس قسم کی طاقت آپ جیسے فرشتوں کو ہی زیبا ہے۔"

"کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تم میں ایک غیر معمولی طاقت آ جائے۔ جس سے تم ہر قسم کے لوگوں کو اپنی جانب کھینچ سکو۔"

"نہیں" مہاتما نے جواب دیا۔ "اگر لوگ میری جانب کھنچے چلے آئیں گے تو وہ پرماتما سے بے مکھ ہو جائیں گے اور اس طرح میری خودی میں ایزادی ہو جائیگی لہٰذا میں کسی قسم کی طاقت حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ میرے نزدیک طاقتیں حاصل کرنا گویا گہری خودی کی تعلیم حاصل کرنا ہے۔"

فرشتوں نے آخر لاچار ہو کر پھر مہاتما سے پوچھا۔ "پھر تم کیا چاہتے ہو؟"

مہاتما نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں۔ مالک نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے۔ اُس کی مہر کی نظر ہی میرے لیے سب کچھ ہے میں اس سے اور کیا مانگوں۔"

جواب میں فرشتوں نے کہا۔ "تمہیں ضرور بالضرور کسی نہ کسی طاقت کو حاصل کرنے کے لیے خواہشمند ہونا چاہیے۔ ورنہ مجبوراً تمہیں دی جائے گی۔"

"بہت اچھا!" مہاتما نے جواب دیا۔ "اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر مجھے ایسی طاقت حاصل ہو جائے۔ جس کے ذریعے میں حقیقی فیاضی کا سرچشمہ بن جاؤں لیکن ساتھ ہی یہ بات ہے کہ مجھے اس بات کا مطلق علم نہ ہو کہ کس کے ساتھ میں نے بھلا کیا ہے۔ میرے علم میں آئے بغیر ہی مجھ سے محض بھلائی ہوتی رہے۔"

مہاتما کی ایسی پوتر اور خودی و خود غرضی سے بالاتر خواہش کو سن کر فرشتے حیرت زدہ ہو گئے۔ باہمی مشورہ کرنے لگے۔ آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ مہاتما کا سایہ آئندہ ہمیشہ اُن کے پیچھے یا دائیں بائیں پڑا کرے اور اس میں یہ طاقت اور برکت ہو کہ اگر وہ کسی مریض پر پڑے تو وہ صحتیاب ہو جائے۔ کسی غم زدہ پر پڑے تو وہ خوش و خرّم ہو جائے وغیرہ۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات ہو کہ مہاتما کو اس امر کا مطلق علم نہ ہو کہ اس کے سایہ میں ایسی طاقت یا برکت ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہو گیا۔

اس کے بعد جب مہاتما چلا کرتا تھا اُس کا سایہ اُس کے پیچھے یا دائیں بائیں پڑتا تھا۔ اگر مہاتما کا کسی خشک جگہ سے گزر ہوا تو اس کے سایہ سے وہ جگہ سبزہ زار ہو گئی۔ مرجھائے ہوئے بوٹے تر و تازہ ہو گئے۔ خشک جھیلیں پانی سے لبریز ہو گئیں۔ ننھے بچوں کے پژمردہ چہرے پُر رونق ہو گئے۔ یہ سارا کام مہاتما کو بغیر علم ہوئے ہوتا رہتا تھا اُسے اس بات کی مطلق خبر نہ ہوتی تھی کہ اس کے سایہ میں ایسی طاقت اور برکت ہے۔ جیسے آگ جلاتی ہے سورج حرارت پہنچاتا ہے تارے چاند بجلی اپنی روشنی دیتے ہیں۔ پانی ٹھنڈک اور طراوت دیتا ہے۔ ایسے ہی مہاتما سے حقیقی فیاضی کے کام خود بخود سُبھاؤک ہوتے تھے۔ نہ اُسے کسی شے کی تمنا تھی، نہ وہ داد کا خواہشمند تھا۔ نہ کسی سے تعریف کا خواہاں تھا اور نہ کسی کی مذمت سے لرزاں و ترساں تھا۔ ندی کے قدرتی بہاؤ کی مانند اس سے بھلائی ہی بھلائی ظاہر ہوتی تھی۔ ذاتی غرض کو اُس میں بالکل دخل ہی نہ تھا۔

جب مہاتما اپنا دھیان آگے کئے ہوئے کسی سڑک سے گزرتا تھا۔ لوگ چپکے چپکے اُس کے سایہ سے فیض اُٹھایا کرتے تھے نہ مہاتما کو اس کا علم ہوا کرتا تھا اور نہ ہی لوگ اُسے اُس کے فیض کے متعلق کچھ بتایا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگ اُس مہاتما کا نام بالکل بھول گئے اور وہ محض "متبرک سایہ" کے نام سے مشہور ہو گیا۔

پربھو درشن کے سلسلہ میں ضروری ہدایات

ہر ایک پربھو درشن کے سلسلہ میں تین باتیں خوب ذہن نشین کرنے کے قابل ہیں۔

پہلی یہ کہ قدم قدم پر بیوہار ستا کے وکاس نیم (قوانینِ قدرت) کے انوسار بیوہار کرنا ہوگا ورنہ سُکھ کی بجائے دُکھ پراپت ہوگا۔

دوسری یہ کہ ہر کام ہر خیال اور ہر عمل میں راجسک تامسک اور ساتوک امتیاز کو مدنظر رکھنا ہوگا یعنی یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا بیوہار اور آہار راجسک ہے یا تامسک ہے

یا ساتوک ہے اس ضروری امتیاز کے بغیر جینا سپھل نہیں ہو سکتا۔ زندگی آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے گر جاتی ہے۔ تیسری یہ کہ بیوہار میں نام رُوپ کی تمیز کو قائم رکھ کر ہی جملہ برتاؤ کرنا چاہیئے۔ کیا ہم کسی پیڑ کو ایک جانتے ہوئے بھی اس کے پتوں پھولوں اور پھلوں میں تمیز نہیں کریں گے۔ گیانی بیوہار میں تو نام رُوپ کی تمیز کو قائم رکھ کر ہی برتاؤ کرتا ہے مگر گیان چکھشو (آنکھ) سے پرماتما کے سوا کچھ نہیں دیکھتا مگر بیوہار میں باھری اختلافات تو لازمی اور لابدی طور پر رہے گا۔ کیونکہ یہ قدرت کی فطرت ہے آتما یا برہم کی نگاہ سے سم درشٹی (یکساں نظری) ہو سکتی ہے مثال سے یوں سمجھو حقیقت کی نگاہ سے سب طلائی زیورات سونا ہی ہیں پر انگوٹھی کی جگہ کنگن اور کنگن کی جگہ انگوٹھی ہرگز استعمال نہیں ہو سکتی۔ انگوٹھی اُنگل میں ڈالی جاتی ہے اور کنگن ہاتھوں میں۔ بیوی ہمشیرہ اور ماں کا ایک ہی رُوپ ہے اس پر بھی بیوہار میں درشٹی (خیال) علیحدہ علیحدہ ہوتی ہے۔ پیالہ لوٹا پھولدان وغیرہ سب مٹی کے ہوتے ہیں مگر استعمال سب کا جُدا جُدا ہوتا ہے۔ وہ سب ایک ہی مٹی ایک ہی ہاتھ اور ایک ہی چکر کے بنے ہوئے ہوتے ہیں مگر بیوہار میں یعنی استعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ جو ہر مٹی کے لحاظ سے وہ سب ایک ہیں مگر شکل و صورت کے لحاظ سے ان کا استعمال جُدا جُدا ہے۔

گیان درشٹی کی بدولت ہم جگت کی طرف سے اندھے یا بالکل بے خبر نہیں ہو جاتے اس کا مطلب محض یہ ہے کہ جو نظر اگیان کی وجہ سے وحدت کی جانب سے بالکل اندھی تھی اور محض بیرونی صورتوں اور ناموں کا ہی مطالعہ کرتی تھی اور "تمام سچائی سب ایک ہے" کو محسوس نہیں کر سکتی تھی۔ اب گیان درشٹی سے بیرونی صورتوں اور ناموں (جگت) کو اُن کی اصل صورت پر براہ راست دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہے اور اسے ہر طرف ایک ہی حقیقت نظر آتی ہے اور اپنی ذات پرماتما کے اعتبار سے سارے جگت کو اپنا دم بدم بدلنے والا ظہور جانتی ہے۔ یعنی گیان کے حصول پر انسان کسی بھی شے سے جھگڑا نہیں کرتا۔ بیرونی اختلافات کی تہ میں وحدتِ کاملہ کا دیدار کرتا

ہو جملہ اشیاء کے ساتھ موافقت اور خالص محبت کی زندگی بسر کرتا ہے بقول ایک مہاتما سب کے سب ایک ہیں اور ایک ... میں انیکتا دیکھنی حیوانی نظر ہے مگر انیک میں ایک کے درشن کرنا انسانی نظر ہے۔

"گیان امرت" کی عبارت میں گیان کا کمال یہ ہے ——— "کہ کل اختلافات عالم میں وحدت کا بلہ دکھائی دینے لگے۔ بیرونی اختلافات کی تہ میں عالم گیر وحدت اور کل تغیرات کی گہرائی میں ابدی یکسانیت دیکھنا ہی کمالِ معرفت ہے۔ جب تک صرف بیرونی اختلافات اور ظاہری تغیرات کی ہی واقفیت ہے تب تک صرف سطحی علم ہی حاصل ہوا ہے۔ بے انداز رنگا رنگی اور لگاتار ادلا بدلی ہیں...... ایک حقیقت کو ان لا تغیر دیکھنا سچا گیان ہے۔ کل موجودات میں وحدت اور یک رنگی کا مشاہدہ ہی دیدارِ حقیقت ہے۔ جب یہ گیان حاصل ہوگیا۔ تب سمجھو کہ ہماری شخصیت کا ذہنی جزو (ستوگن) سپھل ہوگیا ہم نے اس سے جو کام لینا تھا لے لیا۔"

جذباتی وجود

ذہنی جزو دکھا دیتا ہے کہ کل زندگی، کل وجود، کل طاقت اور کل ہستی دراصل ایک ہے اور یہ پرکاش نیچے اتر کر جذباتی جزو کے جملہ پشو بھاؤں (خواہشات نفسانی) کو خالص پریم اور محبت میں بدل دیتا ہے۔ یعنی گیان کی کرنیں ہمارے جذباتی وجود کو پریم، محبت، ہمدردی، سچائی اور بھلائی میں بدل دیتی ہیں۔ جب تک ذہنی جزو کا گیان محض خشک اور کورا ہوتا ہے وہ پریم کی زندگی سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا یا یوں کہ جب تک گیان کی روشنی ہماری حیوانی خواہشات اور جذبات کو سچی محبت، پریم، ہمدردی وغیرہ میں نہ بدل دے تب تک گیان محض عقلی ورزش اور خشک فلسفہ کے سوا کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتا۔

یورپ کے کروڑوں دلوں پر حکومت کرنے والے حضرت عیسیٰ نے سچ کہا ہے۔

"ایشور پریم ہے" اگر میرا دھرم اس حد تک مکمل ہو کہ پہاڑوں کو ہٹا دوں مگر مجھ میں پریم نہیں تو میں کچھ بھی نہیں" یہی مہاتما آگے چل کر کہتا ہے" اگر کوئی شخص جملہ علوم کی پوری واقفیت رکھتا ہے اور اگر اس میں پریم نہیں تو اُن سے کچھ فائدہ نہیں۔ جو انسان خود غرضی کی زنداں تنگ میں مقید ہیں وہ اس نعمتِ عظمیٰ (پریم) سے بالکل محروم ہیں۔ مگر جو انسان اس کی شیریں لذت سے آشنا ہیں وہ اپنا تن من دھن اس پر نثار کر دیتے ہیں اور ساری عمر اس بے بدل راحت کا آنند لوٹتے ہیں۔ سچا پریم دُنیوی خواہشات اور جذباتِ نفسانی کو روحانی اُمنگوں یعنی احترام، ادب، ثناگوئی، خیراندیشی، رحمدلی، خود انکاری وغیرہ کے جذبات میں بدل دیتا ہے۔

عام طور پر روشنی کی مانند پریم کوئی شکل نہیں رکھتا اور نہ ہی اُسے دیکھا جا سکتا ہے، جیسے سورج کی بے رنگ روشنی منشور مثلثی سے گزاری جائے تو جھٹ سات قسم کے رنگ الگ الگ آپ کی نظر کے سامنے آجائیں گے۔ ٹھیک اسی طرح رحم، ہمدردی، مہربانی، حلیمی، انکساری، صبر، خود انکاری وغیرہ اس پریم کی مختلف حالتیں اور صفتیں ہیں۔ ان کو اپنانے سے انسان نہایت شیریں جذبات سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

محض پریم ہی وحدت سے کثرت میں لانے کا سبب ہے یعنی "ایکوہم بہو سیام" اس پریم کی قوّت کا نتیجہ ہے اس کے زیر اثر انسان بے شمار مصائب کو بڑی خوشی سے برداشت کرتا ہے اور یہی قوّت عابد و معبود وغیرہ سے موسوم ہو کر رنگا رنگ کی شکل و صورت پیدا کرتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

باغ میں بُلبُل و گل، بزم میں پروانہ و شمع
بھیس بدلے ہوئے پھرتی ہے محبت تیری

مختصر یہ کہ پریم ایک ایسی سنہری کنجی ہے جس سے دلوں کے خزانے کھولے جاتے ہیں جب ہم نظر غور سے اس عالم کو دیکھتے ہیں تو جملہ ورق در ورق کھولتے ہوئے آخر پریم کو ہی کل معاملات کا سبب پاتے ہیں مادی عالم میں اس کا نام کشش ہے جب یہی قوت مخلوق ذی روح میں ہوتی ہے تو اس کا نام محبت پڑ جاتا ہے یہی قوت ترقی کرتی کرتی جب اُس مقام پر پہنچتی ہے جہاں سے اس کو اپنا سرچشمہ نظر آتا ہے اور حضرت انسان اپنے آپ وہ عجیب وغریب کشش محسوس کرتا ہے جو جزو کل سے ہے تو اس کا نام بھگتی ہو جاتا ہے۔ جس شخص کے دل میں سچی بھگتی کی آتش روشن ہو جاتی ہے تو رب کو بھگوان روپ جان کر سب کے ساتھ غیر شخصی پریم کرنا اُس کی زندگی کے ہر لمحہ کا مطالعہ ہو جاتا ہے۔

جذباتی وجود کے سلسلہ میں یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ادنےٰ اور حیوانی جذبات کو بالکل مٹانے سے شانتی اور سکھ کی پراپتی نہیں ہو سکتی بلکہ اُن کے رُخ کو بدل دینے میں شانتی میسر ہو سکتی ہے یعنی جملہ حیوانی خواہشات اور نفسانی جذبات کو کچل دینے کی بجائے اُن کو روحانی اُمنگوں اور روحانی خوبیوں میں بدل دینے میں ہے۔ جن لوگوں نے ادنےٰ خواہشات اور جذبات کو بالکل مٹا دینے کی تعلیم دی ہے وہ غلطی پر ہیں۔ صحیح تعلیم ہر قسم کے ادنےٰ جذبات کو روحانی تمناؤں اور روحانی خوبیوں میں بدل دینے میں ہے۔

۲؎ من اور اس کی ورتیوں پر قابو پانے کا اصل مطلب یہ ہے کہ دنیاوی خواہشات کو روحانی اُمنگوں اور جملہ نفسانی جذبات (کراہت، دشمنی، غرور، نخوت، شہوت) کو روحانی خوبیوں (گیان، دَیا، پوترتا، پریم، اخوت، مہربانی، رحمدلی، خود ایثاری وغیرہ) میں بدل دیا جائے۔ کیونکہ ایک ہی جذبہ اپنے غلط رُخ اور استعمال کی وجہ سے بدی کا رُوپ دھارن کر لیتا ہے اور جب اس کا رُخ صحیح کیا جاتا ہے تو وہی روحانی صفت کی شکل وصورت اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً شہوت کے جذبہ کا رُخ نیچے کی جانب ہو تو وہ

ایک بُرائی ہے۔ لیکن جب اس کا رُخ اوپر کی جانب تبدیل کر دیا جاتا ہے تو اس کا نام خالص پریم رکھا جاتا ہے۔ اس طرح کرودھ کو لو۔ جب یہ جذبہ دوسروں کے خلاف اُبھرتا ہے تو یہ بدی کہلاتا ہے مگر جب یہی اپنے اندر کے نقائص اور بدیوں کے خلاف برتا جاتا ہے تو یہ ایک روحانی صفت کہلاتا ہے۔ ایسے ہی اور نفسانی جذبات کی بابت سمجھ لو۔ اس لئے نفسانی جذبات کو بھول کر ان کی متضاد خوبی کو بار بار سوچو اور خیال میں لاؤ اور اُسے عمل میں لانے کی کوشش کرو۔ یعنی جب کوئی اندھا جذبہ اُٹھے تو من کو فوراً ادھر سے ہٹا کر اس کی متضاد خوبی کی طرف اپنی پوری توجہ سے لگا دو۔ کیونکہ بدیاں اور بُرے خیالوں کو جس قدر ڈھیلا چھوڑا جاتا ہے۔ اسی قدر یہ طاقتور اور مضبوط ہو جاتے ہیں اور اپنی لذت سے ہم کو اسیر بنا لیتے ہیں۔ اگر ان کے اُٹھتے ہی دُور نہ کیا جائے گا تو پھر ان پر قابو پانا از بس مشکل ہوگا۔ چور جس قدر چوری کرتا ہے اس کے اندر چوری کی خواہش برابر بڑھتی جاتی ہے۔ ایسے ہی عیاشی، زناکاری، دھوکا بازی، بے اعتدالی وغیرہ وغیرہ کی بابت سمجھ لو۔ اس لئے بُرائی کے خیالات سے بچنے کا واحد ذریعہ انہیں نہ سوچنا یا عمل میں نہ لانا ہے۔ اگر تم مضبوط ارادے سے اپنے خیالات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر رفع کرنے میں لگ جاؤ گے تو پرماتما خود بخود آپ کے ساتھ مل جائیں گے اور تم جلد ہی اندرونی پاکیزگی حاصل کر لو گے۔ خود بخود بدیوں اور بُرے خیالات کو دُور کئے بغیر محض بھگوان میں شردھا رکھنی کافی نہیں ہے۔ نراہنکار ہو کر اپنے اندر کے بُرے بھاؤں کو خود دُور کرتے ہوئے بھگوان کا ہاتھ دیکھو۔ بقول ایک مہاپرش جو لوگ ابھی بہت کمزور ہیں، وہ اس سلسلہ میں بھیشم پرتگیا سے

اگرچہ قطب جگہ سے ٹلے تو ٹل جائے — اگر بحر بھی جگنو کی دم سے جل جائے
ہمالیہ باد بھوکرے سے گو پھسل جائے — اور آفتاب بھی قبل سحر ڈھل جائے
مگر نہ صاحب ہمت کا حوصلہ ٹوٹے — کبھی نہ بھولے سے اپنی جبیں پہ بل آئے

سے یعنی ہٹ یوگ سے بھی عارضی امداد لے سکتے ہیں۔ اگر کبھی بھولے سے کچھ بدی ہو جائے تو فوراً پرائشچت کر لو۔

اس لیے جب تک ہماری جان میں جان ہے جذباتِ نفسانی، خواہشات
حیوانی اور حواس (نکلنے) کی غلامی کو روحانی اُمنگوں اور روحانی خوبیوں میں تبدیل کرنے میں
لگا رہنا چاہیے کیونکہ محض ان کی وجہ سے انسان دائم دُکھی اور اشانت رہتا ہے۔
انیک کلپناؤں کی آگ میں جلتا ہے اور جب تک وہ حیوانی طبقہ پر جیتا ہے بیرونی
لذات کی طرف بے اختیار کھچا چلا جاتا ہے اور سخت سے سخت تجربات سے گزرتا
ہے۔ دھوکہ، فریب، مکر، کینہ، زناکاری، غارت گری وغیرہ اس جذباتی جزو کے ہی
کرشمے ہیں۔ انسانی شخصیت کے اسی جزو سے جملہ بدیوں کا ظہور ہوتا ہے اور اس
کے زیر اثر انسان اپنے خیال اور عمل سے بدیوں کا ارتکاب کرتا ہے حیوانی خواہشات
والی زندگی کو نرک سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔ جب تک ان کا رُخ لگاتار کوشش
سے نہیں بدلا جاتا ہم ان کی قید سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتے۔

---

۳ اے غافل! دیکھ فیل نر بیابانی کاغذ کی بنی ہوئی نقلی فیل مادہ کو دُور ہی سے
دیکھ شہوت کے غلبہ سے بدمست ہوا اس کی جانب دوڑتا اور پیال سے پٹے مٹی
سے ڈھکے عمیق غار پر قدم رکھتے ہی اُس میں گر کر پھنس جاتا ہے۔ حواس خمسہ میں سے
صرف ایک قوتِ لامسہ کے غلبہ سے اپنی آزادی کو کھو بیٹھتا اور گرفتار ہو جاتا ہے
ماہیِ آب کانٹے پر لگے پارۂ گوشت کو دیکھ اس کو منہ میں لیتی کانٹے کی نوک سے
حلق چھدواتی اور ماہی گیر کے ہاتھ پکڑی جاتی ہے۔ صرف قوتِ ذائقہ کے غلبہ سے
اس حالت کو پہنچ تڑپ تڑپ کر جان کھو دیتی ہے۔
بھنورا کنول کی بھینی بھینی خوشبو کا عاشق بن اس پر گنجارتا ہے۔ آفتاب غروب
ہونے پر کنول کا منہ بند ہو جاتا ہے۔ یہ نادان قوتِ شامہ کی لذت میں کچھ ایسا بدمست
رہتا ہے کہ سونگھتے سونگھتے اکتاتا نہیں اُسی میں بند ہو جاتا ہے۔ سخت سے سخت کاٹھ تک کو
کاٹ کر اُس میں سوراخ کر لینے کی طاقت رکھتا ہے مگر کنول میں بند ہو جانے پر بھی اس
کے ملائم پتے کو چھید کر نکلنا اور اس طرح اپنی جان بچانا قطعی بھول جاتا ہے۔

اس لئے تو مہاتما پرش اور شاستر گلا پھاڑ پھاڑ پکار رہے ہیں کہ عیش و عشرت اور لذت کی زندگی سے منہ موڑ کر اپنے من کی صفائی میں لگو۔ اپنی روح (آتما) کے شوالے کو صاف ستھرا رکھو۔ اُس میں جس قدر بھی خواہشات نفسانی اور حواس کی غلامی کا کوڑا کرکٹ ہے اُسے باہر پھینکو مگر مورکھ انسان ہے کہ وہ اندھا اور بہرہ بن کر نہ تو مہاتماؤں اور شاستروں کی بات کو دیکھتا ہے اور نہ ہی دوسروں کی سنتا ہے تو وہ اگر کلیشوں، تکلیفوں اور مصیبتوں کی غار میں پڑا رہے تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے؟

پروانہ شمع روشن پر دیوانہ ہو کر ایک قوتِ باصرہ کی غلامی کی بدولت ہزار جان سے بھی اُس پر جان نثاری کرنے میں پیچھے نہیں ہٹتا۔

جنگلی ہرن میدان میں چوکڑی بھرتا ہوا بھیلوں کے سُریلے راگ کی دل لبھانے والی آواز سن یکایک ٹھہر جاتا ہے قوتِ سامعہ کی لذت اس وقت اُس پر ایسا جادو ڈالتی ہے کہ فوراً بیہوشی کا عالم اُس پر طاری ہو جاتا ہے۔ اتنی بھی سُدھ بُدھ نہیں رہتی کہ میں کہاں ہوں اور کون مجھے گرفتار کرنے کو میرے پاس کھڑا ہے اُس وقت اس کی وہ عقل حیوانی بھی اُس سے رخصت ہو جاتی ہے۔ جس کی رہنمائی سے یہ تحفظ جان کے لئے انسان کی خوشبو سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔

پس جب بے عقل حیوان تک بھی ان حواس خمسہ میں سے صرف ایک ایک کی لذت میں بدمست ہو کر تکلیفیں اُٹھاتے، مصیبتیں جھیلتے اور جان تک گنواتے ہیں تو حضرت انسان جو تمام جانداروں میں اشرف المخلوقات سمجھا جاتا ہے اور عالم و عاقل ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ ان پانچوں حواس کی غلامی کا شب و روز دم بھرتا اور ان کی لذتوں سے ایک دم نہ اکتاتا ہوا نہ معلوم کیسی کیسی مصیبتوں کا شکار ہو گا اور کن کن عقوبتوں اور عذابوں کی آگ میں جلے گا۔

★ ———— (دل آرام)

۴۲

پٹ مندر کے کھول پجاری پٹ مندر کے کھول

پریم نگر سے آئی ہیں داسی پٹ مندر کے کھول
ہیرے موتی لائی ہیں داسی پٹ مندر کے کھول
وہ موتی ہیں تیج سے جن کے چندرماں چھپ جائے
وہ ہیرے ہیں جوت سے جن کے سورج بھی شرمائے
نینن کا کانٹا ہے ان کو اس کانٹے میں تول!
پٹ مندر کے کھول پجاری پٹ مندر کے کھول

صبح سویرے چھیڑا کسی نے بنسی کا یہ راگ
آنکھ کھلی ایسے میں میری پر نہیں میرے بھاگ
کوئل، مور، پپیہا، شاما سب ہیں نرناری
گہرے سپنے میں ڈوبی ہے سپنے کی متواری
سارا جگ مردہ ہے پجاری ہیرے موتی رول
پٹ مندر کے کھول پجاری پٹ مندر کے کھول

دور کہیں اک جھرنا گا دے سپنے کے سو راگ
لٹنے کو ہے دن کے ہاتھوں تاروں کا سہاگ
سکھیاں اپنے ہٹ میں بیٹھیں کریں دلوں کی کھود
جمنا ڈھونڈ رہا درپن ہے اور پنگھٹ سونی گود
پنگھٹ پر ہر کوئی چپ ہے گردہی گگری ڈول
پٹ مندر کے کھول پجاری پٹ مندر کے کھول

دو نینن میں سو آنسو ہیں دیوانی کی بھینٹ
نینن میرے مالی ہیں کیول بھینٹ ہے یہ ان میٹ
اس مندر کے کھول ذرا پٹ جس میں ہیں گردھاری
وہ گردھاری جن پہ ساری دنیا ہے بلہاری
کب سے چیخوں میں پجاری سن تو میرے بول
پٹ مندر کے کھول پجاری پٹ مندر کے کھول

جیون میرا روپ بدل کر بن جائے اک مالا
ان کے گلے کا ہار پجاری میرا من سنگار
مجھ کو گلے یوں پڑتے دیکھیں دیوی دیو من ہالا
گندھ جاویں اک ہار میں دونوں سنسار اور ساکار
تجھ کو کیوں ہے ہار پجاری سن تو میرے بول!
پٹ مندر کے کھول پجاری پٹ مندر کے کھول

جیون کھیل ہے ایک رسیلا اور امر سنگیت
پریم نگر میں نہیں پجاری مر جانے کی ریت
جھانجھ کی لے پر دھرتی ناچے اور جھومے آکاش
تال پہ میرے تھنگ تھنگ کی تری لوک میں ہووے راس

مختصر یہ کہ ہر قسم کے ادنیٰ جذبات اور خواہشات بذاتِ خود بُرے نہیں ہیں بلکہ زندگی کے لئے ضروری سامان ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اُن کا رُخ مادیت کی طرف سے ہٹا کر روحانیت کی جانب لگایا جائے۔ ان کی کیمیائی تاثیر (گیان، پریم، پوِترتا، پاکیزگی وغیرہ) سے نفرت کو محبت، خوف و دہشت کو ادب و احترام وغیرہ میں بدل دیا جائے۔ جیسے پودے میں یہ کیمیائی طاقت ہے کہ وہ گندی اور بدبو دار کھاد کو خوبصورت اور خوشبودار پھولوں اور پھلوں میں بدل دیتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح پریم اور محبت کی کیمیائی طاقت ادنیٰ خواہشات اور حیوانی جذبات کو روحانی خوبیوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔

جو انسان سب کے ساتھ پریم اور محبت نہیں کرتا تم بھول کر بھی یہ خیال نہ کرو کہ وہ اخلاقی انسان ہو سکے گا۔ پریم اور محبت کی مشاقی پہلے اپنے گھر سے شروع کرنی چاہیئے جس کے گھر لڑکے، باپ، بیوی وغیرہ ہیں اُسے اپنے گھر والوں سے پریم پیار اور چھوٹے چھوٹے نیک کاموں کے سلسلہ میں حصّہ لینے کا حوصلہ کرنا چاہیئے سب کو اپنا آتما سمجھو اور اُن سے خوب پریم پیار کرو۔ اُس سے بہتر اخلاق کی مشاقی کہاں ہو سکتی ہے اپنے پریم پیار کو ذاتی غرض اور ذاتی مفاد کے نقص سے پاک کرو۔ اس سے گھر ہی میں تم کو عالمگیر محبت اور اخوت کا پھل حاصل ہوگا۔ کہنے والوں نے سچ کہا ہے ؎ گھر میں دیا جلا کر مندر میں پھر جلانا

میرے مَن کے آگے پجاری کیا دُنیا کا مول
پٹ مندر کے کھول پجاری پٹ مندر کے کھول

مَیں پگلی اب جاؤں کدھر کو کچھ تو مکھ سے بول — پٹ مندر کے کھول پجاری پٹ مندر کے کھول
جوبن اور جوبن کی مستی سب کچھ بھینٹ چڑھا دوں — جگ ڈھونڈے ہر رنگ میں مجھکو میں آنکھیں کو جاؤں

پاگل کامی چنچل پاپی مت ہو ڈانواں ڈول
پٹ مندر کے کھول پجاری پٹ مندر کے کھول (حضرت ساغر نظامی)

پریم پیار کی مشاقی گھر سے بہتر اور کہیں نہیں ہو سکتی۔ معراج ایسی نہیں کہ فوراً ہاتھ لگ جائے۔ یہ جب کبھی ملے گی بتدریج ملے گی۔ اپنے محبت کے دائرے کو دن بدن بڑھاتے چلو۔ اپنے دل کو روز بروز وسیع کرتے جاؤ۔ آج اگر اپنے کنبہ والوں سے محبت ہے تو کل ہمسائیوں سے بھی پیار کرو۔ رفتہ رفتہ تمہاری محبت سارے سنسار میں پھیل جائے۔

بقول مہاتما شو "دُنیا میں جو بھی بلند نظر مہاپرش گزرے ہیں اُن کو بھی بتدریج وسعت کے طبقہ میں آنا نصیب ہوا ہے۔ مہاتما بدھ کی مثال لیں۔ بچپن میں ہی اُن کو اپنے رشتہ داروں، اپنے جانوروں سے حد درجہ کا پریم تھا اور پھر رفتہ رفتہ دل دماغ کے نشوونما کے ساتھ ساتھ انسانی ہمدردی، سچی فراخدلی اور اصلی عالمگیر محبت کی بے نظیر مثال بن گیا۔

عالمگیر اخوت کا سبق کتابوں یا دُنیا کے معلموں سے نہ سیکھو بلکہ اپنے من سے سیکھو اور اپنی گرہست گھر سے شروع کرو۔ باھر والوں کو عالمگیر اخوت کا وعظ سُنانے دو۔ یہ مکار ہیں خود حد درجہ کے تنگدل ہیں لوگوں کے مال و دولت کو ہڑپ کر جاتے ہیں اور آپ بغل میں کتاب دبائے ہوئے عالمگیر اخوت کا وعظ سُناتے ہیں۔ تم خود تجربہ کر کے آگے بڑھو۔ ایسا نہ ہو کہ غلطی کر بیٹھو۔ اصلیت صرف تم میں اور تمہارے من ہی میں ہے باھر کہیں نہیں ہے۔"

سب کو اپنا آپ اور ہر ایک کو اپنے اعضا کی مانند جان کر جو کچھ کیا جاتا ہے وہی دھرم ہے۔ گیان اور پریم (ذہنی جذباتی اَحِینسا) سے بہرہ ور انسان عالمگیر محبت اور باہمی خدمت میں ہی زندگی دیکھتا ہے یعنی دوسروں کے سُکھ میں سُکھی اور دوسروں کے دُکھ درد میں روتا اور ہر حادثہ محسوس کرتا ہے کیونکہ اُس کی قوت احساس سارے سنسار میں پھیل جاتی ہے یہی اصل معنوں میں زندگی کا کھلنا ہے، دوسروں کی درد سے بے درد ہو جانا روحانیت ظاہر نہیں کرتا ہے

کبیر سوئی پیر ہے جو جانے پر پیر — جو پر پیر نہ جانے سو کافر بے پیر

حقیقی پریم اور یگانگت کے شیریں جذبات سے بہرہ ور ایک مغربی مہاتما یوں فرماتے ہیں:-

I do not ask the wounded persons how he feels, I myself become that wounded person.

(میں زخمی آدمی سے یہ سوال نہیں کرتا کہ وہ کس طرح محسوس کرتا ہے میں خود ہی زخمی ہو جاتا ہوں)

ایسے انسان میں جو خواہشات صرف اپنی بھلائی، سعی اور بہبودی کیلئے اٹھا کرتی ہیں وہ اس مرحلہ میں جگت کی ہر شئے کی بھلائی کے لئے تڑپتی ہیں جو جذبے اپنی بہتری کے لئے ابھرتے تھے وہ مہربانی خیر خواہی محبت اور پریم کی شکل و صورت اختیار کر لیتے ہیں اس کی نظر میں پرانی ماتر کی سیوا سے الگ بھگوان سیوا بیگانہ کھیل ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ اصلی پریم سے بہرہ ور انسان کا عملی جیون محض انسانی رشتے پر محدود ہونے کی بجائے کل جانداروں اور ساری کائنات کے ساتھ رشتہ رکھتا ہے یعنی سارے جگت کو اپنا آپ اور جملہ اشیاء کو ہی اپنے انگوں کی مانند دیکھتا ہے اور اپنے ہر ایک خیال و جذبے اور عمل میں کل کے ساتھ واحد ہو رہتا ہے اسے کوئی غیر دکھائی نہیں دیتا۔ سب اپنے آپ کی مانند پیارے لگتے ہیں۔

گیتا میں پریم یوگی کی یوں تعریف ہے

"جو سب کو اپنا آپ سمجھتا ہے ہر جگہ ہی سب کے سکھ اور دکھ کو اپنے برابر دیکھتا ہے۔ وہ پرم یوگی مانا گیا ہے۔"

جس کا مطلب یہ ہے کہ پرم یوگی سارے سنسار کو اپنا آپ دیکھتا ہے اور سب کے ساتھ پریم اور محبت کا رشتہ رکھتا ہے یعنی مشترکہ بھلائی کے لئے سب کے ساتھ سہیوگ ہوتا ہے سب کو اپنا آپ جان کر سب کے دکھ میں دکھی اور سب

کے سکھ میں سکھ انوبھو کرتا ہے۔

اسی خیال سے متاثر ہو کر شاعر بھی ہدایت کرتا ہے۔

اُپنے من میں پریت بسالے

اپنے من میں پریت

من مندر میں پریت بسالے — چھوڑ دے مسجد اور شوالے

دِل کی دُنیا کر لے روشن — آنکھوں میں یہ جوت جگالے

پریت ہے تیری ریت پرانی — بھول گیا او بھارت والے

بھُول گیا او بھارت والے

پریت ہے تیری ریت بسالے

اُپنے من میں پریت ......

کرودھ کپٹ کا اُترا ڈیرا — چھایا چاروں کھونٹ اندھیرا

شیخ و برہمن دونوں راہزن — ایک سے بڑھ کر ایک لُٹیرا

ظاھرداری کی سنگت میں — کوئی نہیں ہے سنگی تیرا

کوئی نہیں ہے سنگی تیرا

مَن ہے تیرا میت بسالے

اپنے من میں پریت ......

بھارت ماتا ہے دُکھیاری — دُکھیارے ہیں سب نرناری

تُو ہی اُٹھالے سُندر مُرلی — تُو ہی بن جا شام مُراری

تُو جاگے تو دُنیا جاگے — جاگ اُٹھیں سب پریم پُجاری

جاگ اُٹھیں سب پریم پُجاری

گائیں تیرے گیت بسالے

اَپنے من میں پریت ......

—— ٭ ——

اپنے من میں پریت بسا لے
اپنے من میں پریت ۔۔۔۔۔۔۔

نفرت اِک آزار ہے پیارے — دُکھ کا دارو پیار ہے پیارے
آجا اصلی رُوپ میں آجا — تُو ہی پریم اوتار ہے پیارے
یہ ہارا تو سب کچھ ہارے — من کے ہارے ہار ہے پیارے

من کے ہارے ہار ہے پیارے
من کے جیتے جیت لبا لے
اپنے من میں پریت ۔۔۔۔۔۔

اپنے من میں پریت بسا لے
اپنے من میں پریت

دیکھ بڑوں کی ریت نہ جائے — سر جائے پر پریت نہ جائے
میں ڈرتا ہوں کوئی تیری — جیتی بازی جیت نہ جائے
جو کرنا ہے جلدی کر لے — تھوڑا وقت ہے بیت نہ جائے

تھوڑا وقت ہے بیت نہ جائے
وقت نہ جائے پریت لبا لے
اپنے من میں پریت ۔۔۔۔۔

(شری کنور بہادر نا تھر)

دیگر

مسافر پریم کی راہ نہ بھول
پریم بنا ہے جیون جیسے بن خوشبو کا پھول
مسافر پریم کی راہ نہ بھول

پریم کے ساجن پریم کی سجنی
پریم کے دن ہوں پریم کی رجنی
پریم سے بڑھ کر کیا ہے جگت میں
ایشور اُس کا مُول !
مسافر پریم کی راہ نہ بھول

پریم کی راہ میں جان گنوا دے
تن من دھن سب اس پہ لُٹا دے
پریم سے کر لے جگت کا سودا
پریم بھی جگ کا مُول
مسافر ......

پریم سے جھولیں سجنی ساجن
پریم کے جھولے پریم کا ساون
تو بھی پریم کی مدرا پی کر
پریم کے جھولے جھول
مسافر ......

پریم بڑی شکتی ہے جگ میں
پریم بڑی بھگتی ہے جگ میں
پریم ہی سب دھن ہے مکتی کا
پریم امر نہ بھول !
مسافر پریم کی راہ نہ بھول

★ ——— (عشرت اکبر آبادی)

جب ہمارے جذبات بے قید محبت کی شکل و صورت اختیار کر کے سچے آ
کی پراپتی میں رکاوٹ ہونے کی بجائے اس کے ذریعے ہو جاتے ہیں اور کل موجودا

آپ کی مانند پیاری معلوم ہونے لگتی ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہماری شخصیت کا جذباتی جُزو (دل) سپھل ہو گیا۔

جسمانی جزو

(عادات)

عام طور پر جسم اپنے خاص خود غرضانہ میلانات رکھتا ہے اس جزو کا اصول مساوات ہے۔ دوسروں سے وہی سلوک کرو جو تم اُن سے اپنے لئے چاہتے ہو یعنی جو بات اوروں سے اپنے لئے پسند نہیں کرتے اُس کو دوسروں کے لئے عمل میں نہ لاؤ۔ جب پاکیزہ پریم جذباتی طبقے سے نیچے اُتر کر جسم پر پوری طرح قبضہ کر لیتا ہے تو ہماری زندگی خدمت اور ایثار کی شکل و صورت اختیار کر لیتی ہے سب کے ساتھ محبت، پریم اور بھلائی کرتے وقت در اصل ہم اپنے آپ کی خدمت کرتے ہیں اور کسی کی بُرائی کر کے ہم خود کشی کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ در حقیقت عملی زندگی روحانیت کے کھرے کھوٹے پن کا امتحان ہے۔ ایک سیوا ہی ... گیان بھگتی اور کرم تینوں ہی آجاتے ہیں گیان راستہ دکھاتا ہے پریم بل ... پریم عملی زندگی بناتا ہے۔ جو شخص محبت، پریم اور سیوا کی زندگی بسر نہیں ... وہ اپنے آپ کو گنواتا ہے۔ پریم کے بنا زندگی ہو نہیں سکتی اور رہ نہیں سکتی۔ اپنی زندگی کو سپھل کرنے کے لئے پریم جیون ہی ایک ماتر سہج اور سبھاوک سادھن ہے۔ یہاں پریم سے اصلی مُراد نرا جذباتی جوش و خروش جو ناچنے گانے کودنے وغیرہ میں اپنا اظہار دکھاتا ہے بلکہ اس کی مراد دوسروں کی بھلائی کی خاطر اپنا آپ گنوانا اور قربان کر دینا ہے اگر کسی انسان کے ذہن میں محض پریم کے خیالات اور دل میں پریم کے جذبات ہی موجود ہیں مگر عمل میں پریم اور محبت نہیں تو وہ کبھی اور کبھی روحانی زندگی سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اس لئے جیون کی سپھلتا محض پریم اور سیوا کی زندگی میں ہی ہے یعنی اپنے ہر ایک خیال

لفظ اور عمل سے اپنے اور دوسروں کے لئے سورگ پیدا کرنا ہی اصلی پریم جیون ہے دیو پد کی پراپتی ہے اس لئے ہر کسی سے پریم، پیار اور محبت سے بولو، محبت کی آنکھوں سے دیکھو، محبت سے پوچھو کیونکہ یہ ایک شاہی اصول ہے کہ اگر تیرے اندر وہ خدا بول رہا ہے جو محض پریم، پیار، قربانی اور محبت ہے تو تو جس کے ساتھ بول رہا ہے اُس کے اندر سے بھی ایثار، قربانی اور محبت والا خدا جواب دے گا۔ خدا کے سامنے خدا اور شیطان کے سامنے شیطان مقابلہ پر آتا ہے، اسی خیال سے متاثر ہو کر مہاتما ایمرسن نے کہا ہے:-

"محبت سے بولو، محبت سے پوچھو اور محبت سے کام کرو۔ تمہاری ہر ایک ضرورت پوری ہو جائیگی۔ محبت کی نظر بے خطا ہوتی ہے اُس کا فیصلہ درست ہوتا ہے، اور اس کے کام میں سدا حکمت ہوتی ہے۔ پریم کی آنکھوں سے دیکھو ہر جگہ ست اور سُندر کے درشن ہوں گے۔"

وید مقدس کا بھی یہی اُپدیش ہے:-

"میرا نزدیک آنا، میرا دور جانا، میرا بولنا شیریں ہو، میں زبان سے میٹھا بولوں، میری نظروں میں بھی مٹھاس ہو۔" (اتھرو وید ۱۔۴۔۳)

چونکہ موجودہ تہذیب کی بنیاد پریم، محبت، ایثار، تعاون اور خدمت پر نہیں بلکہ باہمی مقابلے اور جدو جہد پر ہے جب تک نظام سوسائیٹی کی بنیاد خودغرضی اور مقابلے پر ہے تب تک امن اور شانتی کا نظر آنا ایک دھوکا ہے ایک فریب ہے۔ امن اور شانتی کو پولیس، افواج، جیلخانوں، گولیوں، توپوں، ہوائی جہازوں، ریکٹوں، پھانسیوں اور دیگر تباہ کن ہتھیاروں سے ہرگز ہرگز استھاپن نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سامان تو غصہ، نفرت، دشمنی، لڑائی اور غارت گری کی آگ کو اور بھی اور بھڑکا رہے ہیں۔ ان کی وجہ سے عوام الناس تو پریم، محبت، روحانی برکات اور خوشیوں سے محروم ہی رہیں گے۔

خدمت، ایثار اور سیوا کی زندگی بسر کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم وہ پیشہ اختیار کریں جو مفید اور اخلاق و عقلی طور پر اُبھارنے والا اور لوگوں کے لئے پیار

قیمت رکھتا ہو۔ یعنی جو بھی کام ہم کریں دوسروں کی خدمت اور سیوا کے خیال سے کریں زیادہ منافع کمانا نہ ہو محض اپنے ضروری گزارے کو مدِنظر رکھ کر نفع لیا جائے۔

اپنے پیشہ میں کھرا پن، سچائی، بھلائی اور ہمدردی ہمارے دستور العمل ہونے چاہئیں۔ جو بھی ہمارے پیشہ کے تعلق میں آئے اُسے بعدازاں کسی قسم کا افسوس نہ کرنا پڑے۔ یعنی ہم جو بھی کام کریں وہ دوسروں کو لوٹنے کے لئے نہ ہو بلکہ سیوا کی غرض سے ہو، یا یوں کہ تمہارا کام دوسروں کی سیوا اور بھلائی کرنے کا ایک بہانہ ہو کیونکہ روحانیت اور اعلےٰ اخلاق کے مطابق ہماری کمائی کی سپھلتا اس بات میں ہے کہ اس کے ذریعے اپنے آتما اور پرماتما کی آنند مئی اچھا پورن کی جائے۔

دیکھئے مہاتما بیر جی نے اس تعلق میں کیا سُندر کہا ہے:-

سیوا بنا شریر یہ بیر نکما جان ۔ سیوا سے آدمی ٹھیک بنے انسان
سب سے اعلیٰ زندگی جن سیوا ہے بیر ۔ بن سیوا کسی کو ناہیں ملتی دھیر
بن سیوا جس زندگی کا کوئی دُنیا ماہیں ۔ جیون کے اس بھید کو بیر سمجھا ناہیں
بیر سیوا وہ کرے جس کے اُتم بھاگ ۔ بدقسمت تو سو رہے اُسے نہ آئے جاگ
سیوا کرے جو جگت میں مٹے نہ اُس کا نام ۔ سیوا ہے ہی رکھتا ٹھیک ہے بیر رام
سچے دل سے جگت کا سیوک جو بن جائے ۔ دُنیا اُس کو اک دن آنکھوں میں بٹھلائے
سیوا بنا جہان میں بھٹکے کئی گنوار ۔ جلتے جلتے مر گئے، ملا نہ بیر پیار
من، بانی اور کرم سے بنے جو سیوا دار ۔ پا کے پورن زندگی لیوے جنم سنوار
سیوا سے انسان کی ہووے نرمل بدھ ۔ سیوا سے انسان کا ہردیہ ہووے شدھ
جو سیوا کا ہاتھ میں لیتا ہے ہتھیار
من جیتے جگ جیتتا ہو لوٹے بیر پیار

پرم سنیاسی شری سوامی وویکانند جی مہاراج فرماتے ہیں:-

"من کے لئے شانتی درکار ہے تو گھر سے باہر نکل کر ننگوں، بھوکوں، جاہلوں اور کوڑھیوں کی سیوا کرنے میں لگ جاؤ۔ تبھی تمہارے اندر اپنی عالمگیر زندگی کا احساس جاگے گا۔"

ایسے ہی جیون مکت کرشنا مورتی جی فرماتے ہیں:۔

"......... اگر تم پوجا کے بغیر نہیں رہ سکتے تو اس قلی کی پوجا کرو۔ جو سڑک پر بوجھ اٹھائے جا رہا ہے۔ اپنے آپ کو مندروں میں بند کر کے کسی بوسیدہ گی پذیر دیوتا کی پوجا مت کرو بلکہ زندہ وجود کی پوجا کرو جو مغموم حالت میں جد و جہد کر رہا ہے اور گلیوں میں چلتا پھرتا ہے۔"

(گیان امرت)

مگر آج کل جن لوگوں کو قدرت نے روپیہ پیسہ بخشا ہے اور دکھیوں کی سیوا کر سکتے ہیں۔ ان کو آرام اور شانتی پہنچا سکتے ہیں اُن کے دل پتھر کی مانند سخت ہیں۔ رات دن مال و زر اکٹھا کرنے میں لگے رہتے ہیں انہیں غریبوں اور بے زروں کی امداد کا کچھ خیال نہیں۔ شاعر بھی کہتا ہے:۔

جنہیں فکر زر کی ہے رات دن اُنہیں بے زروں کی خبر نہیں
وہ سمجھتے ہیں کہ بشر ہیں ہم، جو غریب ہیں وہ بشر نہیں

جو نشے میں مست ہیں مال کے، اُنہیں نیک و بد کی تمیز کیا
کہا سچ مسیح نے ہے خلد میں کسی اہل زر کا گذر نہیں

کسی دل جلے کی پکار پر اُنہیں رحم آتا نہیں کبھی
کسی غم کے مارے کی آہوں کا کبھی اُن پہ ہوتا اثر نہیں!

تجھے گر خدا نے ہے زر دیا کبھی بے زروں کے بھی کام آ
یہ انہیں کے دم سے ہے مال و زر تیری آرزو کا ثمر نہیں

تو چھپا چھپا کے نہ زر کو رکھ کہ یہ خرچ کرنے کی چیز ہے
کسی کار خیر میں ہی لگا تیرے کام آتا اگر نہیں

جو کشادہ دل ہے امیر ہے، جو ہے تنگدل وہ فقیر ہے
جو نگاہِ خلق میں گر گیا، کسی کام کا وہ بشر نہیں

تیرے دل کے شیشے پہ حرص کا جو پڑا ہے پردہ اٹھا اسے
نظر آئیں اُس میں پھر ایک سب، کوئی غیر آئے نظر نہیں

(شری جنگو پال جی)

پریم، بھلائی، سچائی، رواداری اور اخوت کی زندگی سے بہرہ ور انسان دوسروں کی بہبودی کی روشنی سے روشن ہوتے ہیں اور دوسروں کے لئے قربان ہونے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں شری اروند گھوش کی پوتر خواہش سُنئے

"اے پرماتما! اگر تیری ہستی ہے اگر تیرا وجود کہیں ہے تو تُو میرے دل کو جانتا ہے کہ میں مکتی نہیں چاہتا۔ میں ایسی کوئی چیز نہیں چاہتا جن کی اور لوگ خواہش رکھتے ہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے دیش واسیوں کی سیوا کرنے کیلئے زندہ رہوں۔ مجھے اُن سے بہت پیار ہے اور میں اپنی زندگی اُن کے ارپن کرنا چاہتا ہوں۔"

۷ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء کو شری اروند گھوش کی مرتیو کے تیسرے روز ہی شری ماتاجی نے دُنیا کو ایک نئی خوشخبری سُنائی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اُس روز صبح سویرے شری اروند کی آتما نے اُن کو حسبِ ذیل سندیش دیا ہے:-

"میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک میرا کام پورا نہیں ہو جاتا میں آپ لوگوں کے ساتھ ہی رہونگا اور صرف چیتن شکتی بن کر رہنمائی اور پرکاش ہی نہیں کرونگا بلکہ آپ کے ساتھ عملی کام کے لئے موجود رہونگا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں یہاں ہی رہونگا اور جب تک منش ماتر کا جیون دیوی نہ ہو جائے میں اس پرتھوی کے واتا منڈل کو نہیں چھوڑونگا۔" (اوم)

ایسے ہی مہاتما بیر فرماتے ہیں:-

من میرے میں شوق بہت رہتا ہے بیر
مُردِ مُردِ سیوا کے لئے دعا روں بیر شبیر

ایسے ہی ایک اور وشو پریمی کی آرزو سُنئے:-

مجھے دھرم وہ دے۔ ایشور سدا اس طرح کا پیار دے
کہ نہ موڑوں مُکھ کبھی اُس سے میں چاہے سر کوئی اُتار دے

وُہ کلیجہ رام کو جو دیا، وہ جگر جو بُدھ کو عطا کیا
وہ فراخ دل دشمیش کا گھڑی بھر مجھے بھی اُدھار دے

نہ ہو دشمنوں سے مجھے گِلہ کروں مَیں بَدی کی جگہ بھلا
میرے دل سے نکلے سدا دُعا چاہے کشٹ کوئی ہزار دے

نہیں مجھ کو خواہش مرتبہ، نہ ہے مال و زر کی ہوس مجھے
میری عمر خدمتِ خلق میں میرے ایشور تُو گزار دے

نہ کِسی کا مرتبہ دیکھ کر، جلے دل میں زارِ حسد کبھی!
جہاں پر رہوں رہوں مست مَیں، مجھے ایسا صبر و قرار دے

مجھے پرائی پِیڑ کے واسطے کرو سوزِ دل وہ عطا پِتا
جلوں غم میں اُن کے مَیں اس طرح کہ نہ خاک تک بھی غبار دے

میری ایسی زندگی ہو بسر کہ ہوں سرخرو تیرے سامنے
نہ کہیں مجھے میرا آتما ہی پر شرم میں وہ نہار دے

ہے پریم کی یہی کامنا یہی ایک اُس کی ہے آرزو
کہ وہ چند روزہ حیات کو تیری یاد میں ہی گزار دے

جو پر اُپکاری مہاتما پُرش ہوتے ہیں وہ محض اپنے آنند کی خاطر نِروان میں ڈوب جانے کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ وُہ دُنیا میں بار بار آنے کا دُکھ اپنے اُوپر لے کر دُکھی لوگوں کو حقیقی آنند کا مارگ دِکھلایا کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں شری رام کرشن پرم ہنس ایک مشابہ قِصّہ سُنایا کرتے تھے۔ ایک مقام چاروں طرف بلند دیواروں سے گھِرا ہُوا تھا اور باہر کے لوگ اس بات سے بے خبر تھے کہ دیواروں کے اندر کیا کچھ ہے۔ ایک دفعہ چار آدمیوں نے مل کر ارادہ کیا کہ زینے کے ذریعے اس دیوار پر چڑھ کر اندر کا حال معلوم کریں۔ جب پہلا شخص دیوار پر چڑھا تو اندر نظر ڈالتے ہی واہ واہ کہتا ہُوا اندر کُود پڑا۔ دوسرے اور تیسرے شخص نے بھی یکے بعد دیگرے ایسا ہی کیا۔ مگر جب چوتھا شخص دیوار

اُوپر پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ اس مقام پر ایک نہایت ہی خوبصورت باغ میٹھے پھلوں سے لدا ہوا ہے اور اگرچہ اس کا دل بھی اندر کودنے اور نظاروں کا لطف اُٹھانے کے لئے للچا رہا تھا۔ مگر اپنی خواہش کو پورا کرنے کی بجائے دیوار سے نیچے اُتر آیا اور لوگوں کو اس باغ کی خوشخبری دینے لگا۔

برہم بھی چاروں طرف دیواروں سے محصور باغ کی مانند ہے۔ جسے برہم درشن ہوتا ہے۔ وہ اپنی ہستی کو بھول کر اس میں محو ہونا چاہتا ہے۔ دُنیا کے مُکت پرُشوں کا یہی حال ہوتا ہے لیکن پر اُپکاری مہاتما لوگ پرماتما کا درشن پا کر اس آنند میں دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شریک کرنے کی خاطر نروان میں ڈوب جانے کے ہو تجہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور دُنیا میں جنم لینے کا کشٹ اپنے اُوپر لے کر بھی دُکھی لوگوں کو سچے آنند کا مارگ دکھلایا کرتے ہیں۔ (ماخذ از گیان امرت)

مہاراجہ یدھشٹر جب سورگ جانے لگے تو دھرم راج کُتے کی شکل و صورت میں اُس کے ساتھ ہو لئے۔ چلتے چلتے جب کسی خاص جگہ پر پہنچے تو اُن کو سورگ لے جانے کے لئے بمان (ہوائی جہاز) آیا اور اُن کو کہا گیا کہ سورگ لوک میں چلنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ تو یدھشٹر کُتے سمیت چلنے کو تیار ہوئے تو اُن سے کہا گیا کہ سورگ لوک میں کُتوں کو ساتھ لے جانے کا دستور نہیں ہے۔ یہ سُن کر یدھشٹر نے سورگ لوک جانے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ میں اپنے سفر کے ساتھی کو پیچھے چھوڑنے کو بالکل تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ میرا دھرم اجازت نہیں دیتا کہ جس نے میرا سہارا لیا ہو اور میرے سفر میں نرمی گرمی سہی ہو اُس کو پیچھے چھوڑ جاؤں اور خود عیش و عشرت سے زندگی بسر کروں۔

بھگوان بُدھ کے نروان کا وقت قریب آ گیا تو اُنہیں خیال آیا کہ دنیا کے لوگ دُکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہیں میں اکیلا نروان حاصل کر کے کیا کروں گا۔ اس نیک اور پوتر خیال کے آتے ہی اُنہوں نے نروان میں جانے سے صاف انکار کر دیا۔ بعد ازاں کروڑوں دُکھی انسانوں کو نجات دلانے کا باعث بنے۔

تینوں وجودوں کی موافقت

پورن روحانی شگفتگی کے لئے شخصیت کے تینوں پرزوں کی ہم آہنگی اور موافقت ہونی بھی لازمی اور لابدی ہے ورنہ زندگی کا رتھ شانتی سندر کے پہنچنے سے پہلے پہلے ہی چور چور ہو جائے گا۔ ان کی باہمی موافقت اور ہم آہنگی میں ہی حقیقی آنند کا راز موجود ہے۔ اس موافقت کو ابھی زمانہ حال میں حاصل اور قایم کرو۔ اگر کسی رتھ کے گھوڑے اکٹھے ہو کر چلنے کی بجائے اپنی اپنی مرضی سے ادھر اُدھر چلیں تو وہ رتھ کبھی منزلِ مقصود پر نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح شخصیت کا رتھ شانتی اور آنند کے مندر تک تب پہنچ سکتا ہے جب اُس کے پرزوں کے درمیان پوری پوری ہم آہنگی ہو اور موافقت ہو یعنی خیال، جذبہ اور عمل جس جسم میں باہم بغلگیر ہوں گے وہیں سچی خوشی پائی جائے گی۔

بقول شری کرشنا مورتی جی ذہن مانند پھول ہے جذباتی جزو مانند پانی کے جس کے ذریعے اس کی نشوونما اور خوبصورتی بڑھتی ہے اور جسم مانند گملا کے جس کے سہارے پھول کا پودا قائم رہتا ہے۔ ایسے ہی ان کی ایک اور مثال، سے یوں سمجھو گراموفون مشین کے تین ضروری پرزے موٹر (چابی) قرص اور سوئی ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے ہر ایک پرزہ اپنی اپنی جگہ بخوبی کام نہ کرے۔ یعنی ایک ہی وقت میں باہم مل کر نہ چلیں تو کبھی دل خوش کن راگ نہیں نکل سکتا۔ پہلے ضروری ہے کہ تینوں پرزے درست اور صحیح حالت میں ہوں۔ اگر کسی ایک میں نقص ہوگا اور ٹھیک طور پر نہ چلیگا، تو بھی کام نہ بن سکے گا خواہ دوسرے پرزے سب مل کر چاہیں انہیں شرائط کے پورا ہونے پر راگ نکلیگا۔ بعینہٖ ہماری شخصیت کے تینوں پرزوں کا حال ہے پہلے ان کا صحیح و سالم ہونا ضروری ہے اور دوسرے اُن کی باہم موافقت اور ہم آہنگی لازمی اور لابدی ہے پھر ہماری زندگی عین نغمہ سرور بن جائے گی یعنی ہمارے اندر سے روحانی

نور و سرور کا ظہور ہونے لگے گا اور ہم پورن مطمئن، پورن نشچنت اور پورن سکھی ہو جائیں گے۔

اگر زندگی ہر پہلو میں عین سرور، عین محبت، عین آنند محسوس نہیں ہوتی۔ تو اس کا صاف صاف جواب یہ ہے کہ شخصیت کے کسی نہ کسی جزو میں نقص ہے یا ذہن میں وحدت کی روشنی نہیں یا جذباتی وجود میں احساسِ وحدت نے محبت اور پریم کی شکل و صورت اختیار نہیں کی یا جسمانی طبقے پر ہر ایک کام اصولِ مساوات پر نہیں کئے جاتے یا ان تینوں وجودوں میں موافقت نہیں ہے کیونکہ سچائی کی پورن عظمت اور شان دیکھنے اور آنند اور مسرت کی جگمگاتی ہوئی روشنی میں داخل ہونے کے لئے شخصیت کے تینوں اجزا کا میل اور موافقت لازمی اور لابدی ہے۔ جب ہمارے ذہن میں سچائی اور گیان (احساسِ وحدت) ہمارے دل میں اعلیٰ امنگیں، عالم گیر محبت، پریم، ہمدردی وغیرہ اور جملہ کاموں میں بے غرضانہ خدمت موجود ہے تو لازمی طور پر زندگی کا شگفتہ پھول پل پل میں نئے سے نئے حسن و سرور کی بہار دکھاتا ہے اور ہمارے دل میں ایک نہایت پاکیزہ ساز بجتا ہے جب ہماری شخصیت (ذہن، جذبات جسم) بالکل پوتر ہو جائیں گے تب ہمارے اندر سے ابدی سننا، دیکھنا اور بولنا ظاہر ہوگا اور ہم جنم مرن کے سدا گھومنے والے پہیے کو روک سکیں گے ایسی زندگی گیان سے شروع ہو کر جذباتی وجود کو خالص پریم اور جسمانی وجود کو سیوا کے ہونے سے اپنا کمال حاصل کرتی ہے۔

سنیاس

بعض نادان انسانوں کا خیال ہے کہ خیال، جذبہ اور عمل کی زندگی سے پورن طور پر بہرہ ور ہونے کے لئے ایک انسان کو دنیا کا تیاگ کرنا پڑتا ہے۔ ان کی نظر میں دنیاوی زندگی ایک جال ہے جس میں وہ کسی نہ کسی وجہ سے پھنس گئے ہیں

حبس سے آزاد ہوئے بغیر وہ سچی آزادی اور سرور کو حاصل نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ بات سفید جھوٹ کے مترادف ہے۔ دُنیا نام ہے تنگ دلی، تنگ خیالی، تنگ نظری، خود نمائی اور خود پسندی کا۔ اُن سے جب کسی انسان کو مکمل چھٹکارہ مل جاتا ہے اُس کے کاروبار کا سلسلہ لمبی زندگی تک بدستور جاری رہتا ہے اُسے برفانی پہاڑوں کی چوٹیوں، میدانوں اور صحراؤں میں جانا نہیں پڑتا۔ یعنی یہ خیال کہ وہ بوڑھی ماؤں کو، جوان عورتوں کو اور بے سہارا بچوں کو بلکتا چھوڑ کر جنگل کی خاک چھانا کرتا ہے غلط ہے اُس کی نظر میں گھر اور جنگل ایک ہو جاتے ہیں۔ بیوپار (کاروبارِ زندگی) اور پرمارتھ یکساں صُورت اختیار کر لیتے ہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے:۔

یادِ خدا میں دوڑتے ہیں جنگلوں میں جو — ہرگز وہ کسی کام کے قابل نہیں ہوتے
اور قابلِ تقلید وہ مردانِ خدا ہیں — دُنیا میں رہ کے اُس میں شامل نہیں ہوتے
اور غیریت کا داغ نہیں اُن کے دِلوں پہ — پاتے ہیں وہی راز کو جو غافل نہیں ہوتے
ساحر یہ وہی لوگ ہیں جو حق پرست ہیں
اور عاملانِ دعوے باطل نہیں ہوتے

گھر بار تیاگنے سے یا رنگے ہوئے کپڑے پہن لینے سے تیاگ کی پوری تکمیل نہیں ہوتی۔ جب تک دلی کی ترشنا اور واسنا پر قابو نہیں پایا جاتا۔ واسنا اور ترشنا کا تیاگ ہی اصلی تیاگ ہے اس لئے دُنیا کے بڑے سے بڑے رشی مُنی جس دُنیا کا بیراگ دلاتے ہیں وہ وہ دُنیا ہے جو تمہارے خواب و خیال میں ہے یا جیسی دُنیا تم نے بنا رکھی ہے اُس کو چھڑانے کی تعلیم وہ دیتے ہیں کیونکہ تمہارا خیالی ادھورے تجربہ پر مبنی ہے جو دُنیا تم نے بنا رکھی ہے وہ جھوٹی اور خواب و خیال ہے یہ مایا جال ہے اس میں نادان انسان خواہ مخواہ میں جان کھپا رہے ہیں اس میں کوئی تو بچوں کے لئے زمین اور عالیشان مکان خرید کر دے جانے میں دُکھ اُٹھا رہا ہے۔ کوئی نورِ چشم کی اُمید میں مرا جا رہا ہے۔ کوئی عزیزوں اور دوستوں کا مُکھڑا دیکھنے کی آرزو میں ہے۔ کوئی اپنی حسین چہیتی بیوی کے ساتھ مزے کی زندگی گزارنے کے خواب دیکھ

رہا ہے۔ کوئی کسی کے اشتیاق میں تڑپ رہا ہے کوئی اپنے دل کے ارمان پورے کرنے میں لگ رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ شاعر سچ کہتا ہے :-

ترکِ دُنیا اِک خیالِ خام ہے

زندگی جد و جہد کا نام ہے
موت کیا ہے؟ کام سے آرام ہے

جانتا ہے جو اُلجھنا موت سے
اس کا ہی دُنیا میں نیک انجام ہے

رنج و غم سہہ کر کے جینا شان ہے
غم سے مرجانا بھی کوئی کام ہے

کھلکھلانا چہچہانا رات دن!
زندگی گویا خوشی کا نام ہے

ہر وقت اور ہر گھڑی جو خوش رہے
بس وہی دُنیا میں شادکام ہے

مرگیا جو فرض کی تکمیل میں
دین و دُنیا میں اسی کا نام ہے

دعویٰ سے کہتا ہے خوشدل ایک بات
ترکِ دُنیا اِک خیالِ خام ہے

سنیاس کا اصلی تعلق دِل[1] سے ہے جسم سے نہیں۔ جب تک جسم قائم ہے اشیاء کو قطعی دُور کر دینا امرِ محال ہے۔ انہیں تو کھانے پینے کپڑے پہننے کی ضرورت ہوگی۔ تارک تو اصلی معنوں میں وہی ہے جو سامانِ عیش رکھتا ہوا اُس کو ہیچ سمجھے۔ جس کے پاس ہے کچھ نہیں۔ اُس نے چھوڑا تو کیا چھوڑا کسی نے سچ کہا ہے۔ "ننگی نہائے تو کیا نچوڑے؟"

دُنیا سے نہ اتنی اُلفت اور رغبت چاہیئے کہ اُسی کے ہو رہو۔ نہ اتنی نفرت کہ ہر دم اُس سے بھاگتے پھرو۔ درمیانی حالت کو قبول کرو۔ بس یہی سچا سنیاس ہے۔ مگر یہ کام آسان نہیں بلکہ بڑا دلیر اور سورما انسان ہی ایسا کر سکتا ہے۔ کپڑے رنگ لینا تو سہل ہے شاستروں میں لکھا ہے کہ جب کسی انسان کا دُنیوی تعلق باقی نہ رہے یعنی کوئی فرض واجب الادا اُس کے ذمے نہ ہو اور دل جملہ دنیوی آلائشوں اور خواہشوں سے پاک و صاف ہو گیا ہو تو وہ البتہ مہاتما بدھ اور دوسرے مہاپرشوں کی مانند محض دُنیا کی بہتری کے خیال سے سنیاس لے سکتا ہے دُنیا ترک کے سبق کا مدرسہ ہے جو آدمی یونہی بے سمجھی سے سنیاسی بن جاتے ہیں۔ وہ منہ کی کھاتے ہیں۔

---

[1] روایت ہے کہ ایک روز شام کے وقت مہاراج سری کرشن جی رادھا کے ساتھ جمنا

کے کنارے سیر کر رہے تھے کہ دید کے منتروں کے اُچارن کرنے کی صدائے دلکش کان میں آئی۔ رادھا نے متعجب ہو کر کرشن جی سے پوچھا۔ یہ آواز کہاں سے آتی ہے فرمایا کہ قریب کے جنگل میں ایک کُٹی ہے جس میں ایک سنیاسی مشغولِ عبادت ہے۔ رادھا نے کہا درحقیقت سنیاسی جو گھر بار چھوڑ چھاڑ کر جنگلوں میں رہ کر عبادت کرتے ہیں بڑے بابرکت لوگ ہیں اور سب سے زیادہ بھگوان کی عنایتوں کے مستحق ہیں اور یقیناً سب سے پہلے یہی اس کو حاصل کریں گے۔ گھر میں رہ کر کتنا ہی بڑا پارسا کیوں نہ ہو مگر وہ دنیا سے نجات نہیں پاسکتا اور تنہائی کی سی عبادت نہیں کر سکتا۔

کرشن جی نے بے توجہی سے جواب دیا۔ ہاں شاید ایسا ہی ہو۔ لیکن رادھا کے دل میں تو جنگل کی پاک زندگی کُھب گئی تھی۔ اس لیئے اُس نے اس مضمون کو ختم نہ کیا بلکہ اس کا ذکر چھیڑا کہ سنیاسیوں کی چھوٹی سی کُٹی اور گیرو سے لباس میں ایک طرح کی برکت ہوتی ہے۔ انسانوں کی صحبت ترک کرنا، جنگل کے درختوں اور جانوروں میں رہنا بس یہی اُن کی بزرگی کی کافی دلیل ہے۔ بھگوان کا دھیان جنگل کی تنہائی سے بہتر اور کہاں ہو سکتا ہے۔

یہ کہہ کر کرشن جی سے درخواست کی کہ چلو اس درویش کی زیارت کریں۔ کہا اچھا چلو

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

لیکن میں اس عابد سے ایک ظرافت کروں گا۔ اس لیئے میں ایک ٹھکاری کا بھیس بدلتا ہوں تم جیسی حسین شہزادی ہو ویسی ہی بنی رہو۔ اس طرح ہم دونوں اس سے رات بھر کے قیام کی اجازت چاہیں گے۔ جانوروں سے بچنے کا بہانہ کافی ہو گا۔ پھر میں اس سے ایک عجیب ماجرا اپنی نسبت بیان کروں گا۔ ذرا اتنا خیال رکھنا کہ لعل لب پر ہنسی نہ آنے پائے

یہ کہہ کر کرشن جی نے ایک بڈھے کوزہ پُشت تھکے ماندے ٹھکاری کا رُوپ بدلا اور نوجوان شہزادی کے ہاتھ کے سہارے چلنا شروع کیا۔ پھر تو رادھا بے اختیار مارے ہنسی کے لوٹی جاتی تھیں۔ خیر اس انداز سے چلتے چلتے اُس جگہ پہنچے جہاں جنگل کے ایک گوشہ میں فقیر کی خوشنما کُٹی تھی۔ آس پاس کی سب چیزیں صاف ستھری دکھائی دیتی تھیں۔ جس سے مالک کی طبیعت کا مذاق ظاہر ہوتا تھا۔ کُٹی کے اندر چند مٹی کے برتن، لکڑی کا چھٹنے

کے اوزار، کاٹھ کی چوکیاں، شیر کی کھال اور مرگ چھالا نہایت کی ہوئی نرم نرم یہ چیزیں موقعہ بموقعہ سجی ہوئی تھیں۔ کٹی کے باہر کچھ اونچے اونچے پیڑ کٹی سے ملے اور کچھ دور دور لگے ہوئے تھے۔ گیروے کپڑے شاخوں پر لٹکتے ہوئے یوگیانہ وضع ظاہر کر رہے تھے۔ یہ دونوں شام کے جھٹ پٹے میں جبکہ چاندنی جھلکنے لگی تھی، وہاں پہنچے۔ اس مقام کا مالک ایک خوبصورت جوان تن پر گیروا خوش رنگ لباس جس کی رنگت چاندنی میں جھلملا رہی تھی۔ کٹی کے باہر چوڑی پتھر کی چوکی پر پورب کو منہ کئے چار زانو بیٹھا تھا۔ رو برو آتے ہی یہ دونوں مسافر اس کے قدموں پر جھکے۔ اس نے دعائیں دے کر پوچھا "بابا کون ہو۔ اس وقت کہاں سے آنا ہوا؟"

بڈھے نے جواب دیا "یہ نازپروردہ شہزادی جو آپ کے سامنے کھڑی ہے ایک بادشاہ کی لڑکی ہے۔ اس کا باپ بڑے ساز و سامان سے شکار کھیلنے جنگل میں نکلا تھا اور سیر و تماشہ دکھانے اس کو بھی ساتھ لایا تھا۔ آج صبح وحشی درندوں کے خوف سے سب منتشر ہو گئے۔ ایسی بھگدڑ مچی کہ کسی کو کسی کی سدھ نہ رہی۔ یہ بچاری شامت کی ماری جنگل میں ادھر ادھر بھٹکتی پھر رہی تھی کہ ایک شیر نے اس کا پیچھا کیا۔ اگر میں وہاں موجود نہ ہوتا تو یہ ماہِ رو شہزادی اس کا لقمہ بن گئی ہوتی۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میں نے دیکھ لیا اور جھٹ سے کمان میں چلہ چڑھا تیر رکھ کر نشست باندھ کر جو مارا تو اس موذی کے کلیجہ پر بیٹھا اور گرتے ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ میں اگلے زمانے میں بڑا تیر افگن قادر انداز مشہور تھا۔ غرض اس شیر کو مار کر اس غمزدہ کی مصیبت کا ماجرا میں نے اس کے منہ زبانی سنا اور ترحم اپنے جی میں ٹھان لی۔ جس طرح سے ہو سکے بآرام تمام اس کے پدر بزرگوار کے پاس پہنچا دوں۔ ہم دونوں دن بھر ہر طرف سراغ لگاتے پھرے لیکن شکاریوں کا کچھ پتہ نہ چلا اور شاہی لشکر ہم کو کہیں نہ ملا۔ جب تکان کے مارے عاجز ہو گئے تو یہ ارادہ کیا کہ کہیں امن کی جگہ مل جائے تو جا ٹھہریں، خوش قسمتی سے آپ جیسے مہاتما کی کٹی پر نظر پڑ گئی۔ امید ہے کہ آپ مہربانی فرما کر رات کی رات بسر کرنے کی اجازت دینگے

اور آپ کے زیرِ سایہ خرد جنگلی جانوروں سے پناہ ملے گی۔ اس مبارک کٹی میں آپ کا زہد، آپ کی عبادت، آپ کی پارسائی ہماری امن وعافیت کے لئے کافی ضامن ہے اور یہ محض خدا کی عنایت ہے کہ درماندگی اور پریشانی میں ایسی اچھی محفوظ آرام گاہ ہم کو مل گئی۔"

درویش نے یہ سرگزشت سُن کر شہزادی کی مصیبت پر بہت ہمدردی ظاہر کی اور خوشی سے ٹھہرنے کی اجازت دی۔ مہمان نوازی کی راہ سے جو کچھ میسّر آیا اُن دونوں کے سامنے حاضر کیا۔ پھر بڈھے شکاری کی شجاعت، مروّت اور رحمدلی کی تعریفیں کر کے اُس کو تھوڑا سا شربت دیا کہ یہ نہایت مفرّح ہے۔ شکار شکاری نے مشکور ہو کر جھٹ پی لیا اور کوئی آدھ گھنٹے میں بے خبر سو گیا اور خرّاٹے لینے لگا۔ شہزادی بھی سمٹ سمٹا کے کٹی کے کونے میں جا لیٹی۔ اس پر ایک گھنٹے کا عرصہ بھی نہ گزرا ہو گا کہ درویش دبے پاؤں شہزادی کے پاس آیا اور دھیمی دھیمی آواز سے اُس کو جگایا۔ آنکھ کھولی تو سنیاسی کو دو زانو اپنے قریب پایا۔ پھر تو ایڑی سے چوٹی تک سناٹا چھا گیا اور غُصّے کے مارے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

شہزادی (حیرت زدہ ہو کر) "ہیں، یہ کیا بات! میرے پاس آنے کا مطلب؟"
سنیاسی (ہاتھ جوڑ کر) شہزادی! میری گُستاخی معاف کر۔ میں نے ایسی دلکش اور دلفریب صورت اپنی زندگی میں کاہے کو دیکھی تھی۔ تیری نظر کا جادو کس سے رُک سکتا ہے۔ جبکہ ایسا بے بہا خزانہ سامنے ہو تو صبر محال ہے۔"

شہزادی۔ "ارے غضب! یہ تیری پرہیزگاری، یہ زاہدانہ لباس محض بناوٹ یہ عالمانہ صورت نری دھوکے کی ٹٹی۔ تُو جانتا بھی ہے کہ میں......"

درویش (بات کاٹ کر) "شہزادی! بس معاف کر، یہ پرہیزگاری زہر کا گھونٹ ہے جس کی تیزی تلخی مارے ڈالتی ہے۔ میں نے گھر کے تفکرات سے جان چُرا کر یہ گوشۂ تنہائی اختیار کیا تھا۔ مگر یہاں جو جو تکلیف ہوتی ہے بس میرا ہی جی جانتا ہے۔ اے حُسن وجمال کی متوالی! اے ناز و نعمت سے پالی تُو نہیں سمجھ سکتی کہ

نفس کو قابو میں رکھنا کیسی کڑی منزل ہے یہ خدا کی مہربانی ہے کہ گھر بیٹھے اس تشنہ لب کے پاس آبِ زلال کا چشمہ پہنچا دیا۔ دیکھ تیرے رُخِ روشن کے آگے چاندنی بھی ماند ہے اور وہ بیوقوف بُڈھا کونے میں پڑا خراٹے لے رہا ہے۔ ایسا نشیلا شربت میں نے پلایا ہے کہ تین دن بھی اس کو ہوش نہ آئے گا۔ اے فرشتہ صفت خوبرو! میرے حالِ زار پر رحم کر۔ میں تو ایک نظر کا طالب ہوں۔"

رادھا غضبناک ہو کر بولی۔ "او کمبخت! بد ذات"!! یہ الفاظ ابھی ختم نہ ہونے پائے تھے کہ متوالا بُڈھا شکاری جو بظاہر سو رہا تھا ایک خونخوار اژدھا بن کر پھنکاریں مارتا اُٹھا اور بے کار فقیر کی طرف اپنا پھن کر کے کھڑا ہو گیا۔ اب تو فقیر کے اوسان خطا ہو گئے۔ کاٹو تو لہو نہ تھا بدن میں۔ گرتا پڑتا لڑکھڑاتا ہوا بھاگا اور پیچھے پھر کے نہ دیکھا۔

کرشن جی اصلی صورت میں آ گئے۔ رادھا بولیں۔ لو میں بھی کیسی بھولی نادان ہوں کہ ظاہری صورت سے دھوکا کھا گئی۔ بے شک ان ریاکاری کی باتوں سے نجات نہیں ہوتی بلکہ ..... یہ بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ کرشن جی چلائے رادھا رادھا! مجھے جلدی پکڑ، کوئی چیز معلوم نہیں کیا ہے کھینچے لئے جاتی ہے۔ رادھا نے گھبرا کر ہاتھ پکڑ لیا مگر عجب طرح کی زبردست کشش تھی کہ وہ تو وہ، رادھا بھی ان کے ساتھ کھنچنے لگی۔ دونوں اپنے آپ کو سنبھالتے اور زور لگاتے رہے مگر سب فضول اب بے اختیار کھنچے چلے جاتے ہیں اور کچھ خبر نہیں کہ کہاں کو اور کیوں؟ اس مقناطیسی کشش نے رادھا کو ایسے اچنبھے میں ڈالا کہ لگیں کرشن جی سے بار بار پوچھنے۔ آخر یہ عجیب کرشمہ ہے کیا۔ کچھ تو بتاؤ۔

وہ بولے۔ بتاؤں کیا میں خود نہیں جانتا۔ مگر ہاں ایسا خیال ہوتا ہے۔ شاید کوئی بھگت اپنے پریم کے جذبۂ نہانی سے ہم کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اور طرفہ تماشہ یہ بھی کہہ دیا دیکھو جی ایشر پنے میں کیسی تکلیف ہوتی ہے۔ انہی باتوں باتوں میں ایک باغیچہ کے اندر جا پہنچے۔ رادھا نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ نہ کوئی درویش پایا نہ کوئی عابد و زاہد نظر آیا تو اُن کو افسوس ہوا۔ البتہ دیکھا تو یہ دیکھا کہ ایک مکلف پلنگ پر نرم نرم گدگدا

بچھونا بچھا ہے اور ایک جوان رعنا اس پہ لیٹا آرام کر رہا ہے۔ پانچ نوجوان عورتیں ہیں نیم برہنہ جو اس کی خوشی کی خاطر رقص و سرود میں مشغول ہیں۔ پھر تو رادھا سے نہ رہا گیا۔ کرشن سے طنزاً کہہ اٹھیں "بس جی بس! دیکھے آپ کے بھگت! کیا اسی بھگت کے جذبۂ محبت کا یہ زور شور تھا؟"

کرشن جی نے یونہی چلتا سا جواب دیا "ذرا ٹھہرو، دیکھو"۔۔۔ غرض آہٹ پاتے ہی نیم تن برہنہ کنواریاں تو لجاتی شرماتی جھٹ پٹ ادھر اُدھر ہو گئیں اور وہ شکیل جوان اپنے بستر سے اُٹھ نہایت خوش خوش ان کی طرف لپکا اور سر تسلیم جھکا کر یوں کہنے لگا۔ میرے مالک! میرے معبود! تو بڑا ہی برکت والا ہے میرا نکما دل تیرے قیام کے لئے حاضر ہے تیرے پاک قدم میری خوشی کا باعث ہیں۔ آ اور میرے دل میں نزول فرما۔ میں تیرے پاؤں اپنے آنسوؤں سے دھوؤں گا۔ تیری بزرگی ہمہ و بے میانت ہے اُسے تو ہی خوب جان سکتا ہے۔ میری زبان ناتواں چاہتی ہے کہ تیری صفت و ثنا کرتے کرتے فنا ہو جائے اور میں تیرے جلال باکمال پہ جی جان سے قربان ہو جاؤں اگر تیری بزرگی کو بڑے گہرے سمندر سے مثال دوں تو یہ بچوں کا سا ل خیال ہے۔ سورج چاند اور عنبر کے تارے اُس سمندر کے ادنےٰ بلبلے ہیں۔ پانی اور آگ کے طوفان اُس کی ادنےٰ لہریں ہیں۔ کیا آسمان کیا سمندر کیا پہاڑ جن کو ہم نادانی سے بہت بڑا سمجھ رہے ہیں، وہ سب تیری بزرگی کے آگے ایک ناچیز قطرہ سے بھی کم ہیں تیری بزرگیوں کو سمجھنے سے دل تو کبھی عاجز ہیں۔ میری کمزور آنکھیں تیری حیرت اور منکھڑے کی خوبی دیکھ کر آسمان کے ستاروں کی مانند کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اے مہاراج! جب تک میں تجھ سا ہی نہ ہو جاؤں تجھ کو کیونکر جان سکتا ہوں۔ وید کہتے ہیں تو سرب روپ ہے پھر بھی نراکار ہے۔ سراسر حرکت ہے پھر بھی غیر متحرک ہے۔ بالکل نام ہے پھر بھی بے نام ہے تمام تر مکان و زمان ہے تاہم لامکان و لازماں ہے تو بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا ہے۔ تو اب تو مجھے انسانی شکل میں نظر آتا ہے لیکن جب تیری اصلی شان کا تصور کرتا ہوں تو اُسے بڑے سے بڑا پاتا ہوں۔ تمام سمندر، دریا، پہاڑ، انسان اور

حیوان تیری ایک انگلی کی صنعت ہیں۔ جب تیری ذات پاک کا مشاہدہ کرتا ہوں تو یہ کُل کائنات ہیچ در ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ صرف ابدی اور ابدی سرور باقی رہ جاتا ہے۔ اے میرے معبود! جیساکہ تو ہے مجھ کو اپنا علم عطا فرما تاکہ میں تجھ کو سمجھ سکوں اور تیری پرستش کر سکوں۔"

یہ کلمات اس جوان کے لبوں پر تھے کہ باطنی کشش نے سری کرشن جی مہاراج کو اس سے بغلگیر کر دیا۔ اس موقعہ پر رادھا کو ایک مجسم نور نظر آیا۔ جس میں کل ارض و سما اس طرح تیرنے لگے جیسے آفتاب کی شعاع میں ذرّے۔ آخر کار اس نور کے دریائے ناپیدا کنار میں دونوں صفحۂ ہستی میں غائب ہو گئے۔ نہ سری کرشن باقی رہے نہ وہ جوان

چوں فنائے عشق آرد اشتلم

ہر دو گردد عاشق و معشوق گم

رادھا کو اس عجیب و غریب تجلی میں اس لازوال نور کے سوا جس کے آگے مہر و ماہ کی روشنی بھی تاریکی سے زیادہ نہ تھی۔ ایک عالمگیر بے صدا راگ سنائی دیا اور ایک ایسا سرور حاصل ہوا جس میں اس کے تمام خیالات محو ہو گئے۔ جب اس خواب نما نظارے سے جاگی تو اپنے آپ کو اپنے محل کے اندر پیارے کرشن جی کے پہلو میں پایا۔

رادھا بے اختیار بولی ــــ اے ساحر دلوں کے ساحر! آپ نے عملاً جتا دیا بلکہ آنکھوں سے دکھا دیا کہ اصلی ترک بچوں سے بظاہر الگ ہو بیٹھنا نہیں ہے۔ وہ بستی اور مکان کو چھوڑ کر گپھاؤں میں جا چھپنا نہیں ہے۔ وہ عورتوں کے راگ رنگ سے بچ کر پرندوں کے نغمات دلربا شنتا نہیں ہے بلکہ اصلی ترک محض دل سے علاقہ رکھتا ہے نہ کہ جسم سے۔ کیونکہ جسم تو جب تک قائم و برقرار ہے۔ طبعی اشیاء سے اس کو چھٹکارا ہو ہی نہیں سکتا۔ پس جو عالم کو قابل ترک ہے وہ بیرونی نہیں بلکہ اندرونی ہے یعنی ہوا و ہوس سے دل کا متحرک ہونا ہی اصلی عالم ہے اور اسی کا ترک واجب ہے

چیست داد از خدا غافل بدن	نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
آب در کشتی ہلاک کشتی است	آب خود در زیر کشتی پشتی است

بے سمجھی کا سنیاس کائنات کے ہمہ گیر اور عالمگیر قانون کے بالکل برخلاف ہے ہم دُنیا سے الگ تھلگ ہو کر کیونکر جی سکتے ہیں۔ ہر حالت اور ہر صورت میں پریم محبت اور باہمی موافقت کے قانون کو اچھی طرح سمجھ بوجھ کر چلنا ہے اور سارے کے سارے برہمانڈ میں محیط بننا ہے اور ضروری فرائض کو پریم شردھا سے نبھانا ہے۔ یا یُوں کہ بُری عادات، بُری خواہشات، بُرے خیالات، نفس پرستی اور کام کرودھ وغیرہ کو اپنی فطرت سے نکال کر سچی پریم پیار اور محبت کی زندگی بسر کرنی ہے اور یہ محبت روزمرہ کے کاموں میں ظاہر ہو۔

سچی خوشی کے متلاشیوں اور طالبوں کو مہاتما بیر جی صاف صاف لفظوں میں آگاہ کرتے ہیں۔

غریبوں سے ہنس کر جبھی آپ بولے — تو سمجھو کہ دل کی دوا ہو رہی ہے
اگر فرض اپنا نبھایا تو سمجھو — کہ ایشور کی بھگتی ادا ہو رہی ہے
اگر کبر و غصہ ہٹاؤ گے دل سے — تو سمجھو کہ مکتی عطا ہو رہی ہے
اگر حسد و نفرت کو تم نے ہٹایا — تو روگوں سے سمجھو شفا ہو رہی ہے
ذرا بھی جو دکھ سکھ سے اونچے رہے تم — تو جانو گے شکتی عطا ہو رہی ہے

مکار سنیاسی نے دنیوی علائق کو جسم سے چھوڑا مگر دل سے پکڑ رکھا۔ اس لئے آپ کو نہ پہچان سکا اور خوف کھا کر بھاگ نکلا۔ عیش پسند جوان دل سے تارک و آزاد تھا۔ گو ظاہرا سامانِ عیش سے گھرا تھا مگر آپ کے پاس تھا یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنی طرف آپ کو کھینچ لیا اور آپ کے جلال میں محو ہو گیا۔ سنیاسی درحقیقت وہی ہے جس نے کل تعلقات کو دل سے مٹا دیا۔ نہ میں رہی نہ میرا۔ جس نے برہم میں پناہ لی اور جس کا عمل اور عقیدہ اس مسئلہ عظمیٰ پر ہے کہ تمام برہم ہے کثرت کوئی چیز نہیں وہ خود برہم ہے اور وہ اسی دنیا کے اندر بلا تکلف دائمی سمادھی (استغراق) میں رہتا ہے۔ وہی تعظیم و تکریم کے لائق ہے وہی اصل یوگی، حقیقی سنیاسی اور سچا برہم گیانی ہے۔!

(ماخذ از سدرشن)

جو خواہش کو جلتا تو پھر خود کھو گے　　حیات اپنی اب تو سوا ہو رہی ہے
خدا کی رضا میں چلو گے تو پیارے
یہ جانو گے میری رضا ہو رہی ہے

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم اپنے اصلی مضمون کی طرف آتے ہیں۔

اے میرے خوش نصیب پڑھنے والو! یہ ویدانت کا حقیقی سدھانت ہے۔ یہی گیتا کے امرت اپدیش کا ماحصل ہے یہی اپنشدوں کی تہ تر تعلیم کا اصلی جوہر ہے، یہی بھگتی یوگ، کرم یوگ، گیان یوگ اور راج یوگ کی پاک تعلیم کا آخری اپدیش ہے یہی دوسرے مکمل انسانوں کا نقطۂ نگاہ ہے۔

خیال جذبہ اور عمل کی زندگی میں روایت کے لئے کوئی جگہ نہیں، اس کے اپنانے میں تم اپنی روشنی آپ ہو گے اور اپنے اندر ہی آئینۂ حق پاؤ گے۔ جن مہاپرشوں نے اس کو مکمل طور پر اپنایا ہے وہ خود پھولوں کی مانند شگفتہ ہو گئے ہیں۔ ان کے دل کی گانٹھیں کھل جاتی ہیں اور جملہ شکوک دور ہو جاتے ہیں۔ وہ جسم میں رہتے ہوئے بھی اندر سے فرشتے ہیں۔ وہ جہاں بھی جاتے ہیں پوترتا کی خوشبو پھیلاتے ہیں اور دوسروں کے اندر حس پاکیزگی کو بیدار کرتے اور انہیں اوپر اٹھاتے ہیں۔ غم و خوف سے کلی طور پر آزاد ہو کر ذنور سر در کے گیت گاتے ہیں اور کل کے ساتھ باخبری میں وحدت محسوس کر کے کل کی مشترکہ بھلائی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یعنی کل کی مشترکہ اور سچی بہبودی اور بھلائی کے لئے اپنے وجود اور جملہ طاقتوں کو خرچ کرتے ہیں۔

میرے خیال میں یہی اصلی سہج مارگ اور پورن یوگ ہے جس پر چلنے سے خود بخود سہج اوستھا پراپت ہوتی ہے من کے جملہ خوف اور خطرے دور ہو سارا کا سارا وجود پھول کی مانند کھل جاتا ہے۔

اس خیال، جذبہ اور عمل کا تسلسل کرنے سے نو جیون کا آغاز ہوتا ہے اور انسانی شخصیت کے تینوں پرزوں کی چوطرف نشو و نما اور صفائی بآسانی اور بطریق احسن انجام پاتی ہے اور دنیا کے جملہ روحانی اور اخلاقی اصولوں اور فلسفوں کی ساری کی ساری

منازل طے ہو جاتی ہیں ذہن کی سپھلتا سر دتر ایک کا درشن کراتی ہے یہی سچا گیان ہے یہی گیان جب دل میں سرائیت کر کے پاکیزہ اور شدھ پریم پیدا کرتا ہے، یہی پرابھگتی ہے یہی پریم جب دل میں سما کر سب کی بھلائی کے لئے کام کرتا ہے تو یہی کرم کہلاتا ہے۔ گیان (خیال) پریم (جذبہ) اور سیوا (عمل) کی بیک وقت موجودگی انسان کو مردِ کامل بنا دیتی ہے اور غیر فانی یا پاکیزہ خوشی دیتی ہے۔ اسے جینے کا وشیش آنند ملتا ہے اور اس آنند کے پرکاش میں اس کے پانچوں حواس عالمگیر حسن دکھلاتے ہیں۔ جذبات اس کے سینہ میں بے قید یعنی غیر شخصی پریم پیار ہو جاتے کرتے ہیں اور ذہن ہر سو حکمتِ کامل کا دیدار کرتا ہے اور اس طرح وہ سچی اور پورن جیونت مکتی سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

ضروری ہدایت

اس خیال، جذبہ اور عمل کی صفائی اور موافقت کے شغل یا ابھیاس کو دلی رضامندی دلی خوشی اور دلی آزادی کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ کسی قسم کی مجبوری سے نہیں کیونکہ ایسی صورت میں آپ خاطر خواہ نتائج اور کامیابی حاصل نہ کر سکیں گے۔ اس سلسلہ میں ایک یوروپین مہاتما سویڈان بورگ نے سچ کہا ہے:-

"اگر انسان کوئی ایسا عمل یا ابھیاس کرتا ہے جس میں وہ کسی طرح مجبور ہے۔ اور جس کی وہ عقلی تائید نہیں کرتا یا کبھی اپنی بدھی کے مطابق عمل کرتا ہے مگر اپنی آزادی سے نہیں کرتا تو یہ عمل اس کی زندگی کا جزو ہو کر اس کے اندر مستقل طور پر جگہ نہیں پا سکتا۔ ہاں جو کچھ انسان اپنی بدھی اور ارادہ سے کرتا ہے وہ اس کی زندگی یا ہستی کا جزو بن جاتا ہے۔"

آپ کسی مذہب کی پیروی کریں یا نہ کریں محض سچے دل سے قوانین قدرت کی پوری موافقت اور پیروی سے خیال، جذبہ اور عمل کو شدھ اور پوتر بنالیں، آپ کی

حالت فوراً تبدیل ہو جائے گی اور آپ اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر اور خوش تر سے خوش تر بنا سکیں گے ۔ اس اصول کی سادگی میں کیا نہیں اس میں کونسی روحانی بزرگی اور بلندی موجود نہیں ۔ اس کے پیٹ میں چھوٹے سے چھوٹے اور بلند سے بلند روحانی خیالات تمام رمز و نکتے رہتے ہیں جس طرح چاہو اس کو روحانی کسوٹی پر پرکھو یہ دائم کُندن کا کُندن ہی ثابت ہوگا۔ جملہ اقسام کے دُکھوں اور کلیشوں کا قطعی خاتمہ اور دائمی سُکھ کا حاصل کرنا یہ انسان کا اور انسانی زندگی کا اعلےٰ ترین مقصد ہے۔ اور اس کا معاون اور مددگار بننا زندگی کی **سپھلتا کے تین گُر**" کی اصلی غرض ہے تاکہ قطعی طور پر دُکھ کی جڑ ہمیشہ کے لئے کٹ جائے اور لا انتہا اور دائمی خوشی حاصل ہو۔

"سرو دُکھ نورتی پرمانند پراپتی"

آزمائش اور روحانی عروج

میرے خوش پڑھنے والو! اپنے آپ میں کامل وشواس اور یقین رکھتے ہوئے اپنی شخصیت کے تینوں پرزوں (ذہن، جذبات اور جسم) کو صحیح اور سالم حالت میں کرنے لگ جاؤ۔ آپ ایسا نہ کہو کہ اس پر عمل نہیں ہو سکتا بلکہ اپنے آتم بل کے سہارے پر لاکھوں کوشش کر کہو کہ میں یہ کر سکتا ہوں۔ کسی کی مدد کے ہرگز محتاج نہ ہو۔ آتما کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ آپ آتما ہیں جو دائمی، لایزال، لاتبدیل اور لافانی ہے۔ اس لئے دُکھ، اگیان، جہالت، اودیا وغیرہ پر غالب آؤ۔ کٹھ اپنشد کا پوتر کلام ہے:۔

"مایوس نہ ہو رستہ دشوار ہے تلوار کی دھار پر چلنا ہے مگر مایوس نہ ہو، اُٹھو جاگو اور آدرش یا منزلِ مقصود پر پہنچو۔ ٹھہرو نہیں" (جب تک آدرش تک نہ پہنچ جاؤ)

اس بات کا کچھ خیال نہ کرو کہ جسم رہتا ہے یا جاتا ہے۔ نہ دوسروں کی رائے کی پرواہ کرو۔ اس آدرش کے لئے متوالے ہو جاؤ۔ تم اپنے وجود (شخصیت) کے ہر پُرزے پر حکمران ہو سکتے ہو قدرت کی جانب سے کوئی مجبوری نہیں حالات کچھ ہی ہوں۔ کمزوری، مرجھاہٹ اور بزدلی کو پاس نہ پھٹکنے دو۔ اس سلسلہ میں اپنی جدوجہد اور کوشش کے پودے کو چپ چاپ اُگنے دو اور اُسے پوتر اور پاکیزہ خیالات کے پانی سے سینچا کرو۔ دل و جان سے اس کی خدمت کرو۔ وقت لگیگا وقت پر ہی بیج میں پھول آئیں گے ؂

مل ہی جائے گی کبھی منزل لیلائے اقبال
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر (سُرور اقبال)

دیگر

ہزاروں حسرتوں کا خون ہوتی ہے مئے عرفاں
بڑی بربادیوں کے بعد لب پر جام آتا ہے (آزردہ)

بعض اوقات سخت ترین تجربات سے گزرنا پڑتا ہے۔ تکلیف، مفلسی، نا اُمیدی اشانتی وغیرہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ دشوار گزار مرحلوں سے سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں تب کہیں جاکر اپنے مقصدِ حقیقی تک پہنچنے کا موقعہ ہاتھ آتا ہے۔ ان سے ہرگز ہرگز نہ گھبرانا چاہیئے۔ کیونکہ جتنی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ وہ قانون قدرت کے مطابق ترقی اور فراخی کی یقینی صورتیں ہیں۔ اس سلسلہ میں مہرشی شِبو نے کیا خوب کہا ہے:۔ بندھی ہوئی کلی کو کھِنچنا ہے وہ بغیر کھُلے ہوئے نہ رہے گی۔ اس کا چاک گریباں ہی شگفتگی کا پیش خیمہ ہے۔ بیج کی شکل میں بند ہے۔ درخت ہونے کے لیے پردہ دل کو پھاڑ کر کھُلی ہوا کے میدان میں آتا ہے۔ اس کا پردہ پھاڑنا ہی درخت کے آئندہ شاندار شکل کھڑے ہونے کی ابتدائی منزل ہے۔ اس طرح جلیسی تکلیفیں اور مصیبتیں آتی ہیں وہ روحانی عروج اور شگفتگی کا یقینی پیش خیمہ ہے۔"

اس سلسلہ میں آگے چل کر وہ ایک بہت خوبصورت مثال دیتے ہیں:۔

تتلی کی زندگی کے واقعات جس کو آپ اس قدر خوشرنگ اور درختوں کے پھول پتوں سے کھیلتے ہوئے دیکھتے ہیں، نہایت دلچسپ تواریخ ہے۔ پہلے انڈا پیدا ہوتا ہے انڈے سے بدصورت کیڑا نکلتا ہے جو انڈا توڑنے کی کشمکش کی وجہ سے کانپ رہا ہے۔ یہ کیڑا کچھ دنوں یوں ہی رینگتا رہتا ہے مگر چند ہی دنوں میں اس میں خاص قسم کی طاقت آ جاتی ہے اور دیکھو جب محنت کر کے وہ اس مکروہ غلاف کو پھاڑ دیتا ہے تو ننھی سی خوشرنگ تتلی کانپتی ہوئی باہر آ جاتی ہے اور پھر نازو ادا کے ساتھ اڑتی ہوئی گلاب کی پنکھڑیوں سے جا ملتی ہے۔ آپ دیکھ کر محظوظ و متحیر ہوتے ہیں۔ تتلی کی یہ خوشگوار تبدیلی محض غلافوں کے اترنے سے ہوئی ہے اور اس کو ایسی حالتوں سے گزرنا پڑا ہے جن کو ہم اور آپ غلطی سے امتحان، آزمائش، مصیبت اور تکلیف کہتے ہیں۔

زندگی بالیدگی کا نام ہے بالیدگی بغیر سرگرمی یا کشمکش کے نہیں آتی۔ دانہ کے سر پر سو من مٹی لدی ہے مگر دیکھو غریب کس محنت سے کس استقلال سے اس مٹی کو کریدتا ہوا، قید اور غلامی کی حالت سے اوپر کی طرف کھلی ہوا میں آتا ہے ہمالیہ کا دامن کیسا خوشنما ہے پھول کھلے ہیں درخت لہلہا رہے ہیں دریاؤں کا پانی کس صفائی کے ساتھ بہہ رہا ہے کہ دیکھنے والا عش عش کرتا ہے یہ کیوں ہے؟ کیونکہ اس پہاڑ کے جسم میں اُن کی وجہ سے کتنے شگاف کتنے چاک گریباں ہیں۔ اور کتنی مصیبتوں کے بار اٹھانے پڑے ہیں کوئی حالت سہولیت اور آسانی سے حاصل نہیں ہوتی۔ سب کے لئے فکر کرنی پڑتی ہے۔ جہاں سرگرمی نہیں وہاں زندگی نہیں، فروعات، جزوی اختلافات اور تنگ خیالیوں کو چھوڑ دو۔ ہاتھوں کو سر کے اوپر لا کر چمکتے ہوئے ستاروں کو پکڑنے کی کوشش کرو۔ ایک دن وہ تمہارے ہو جائیں گے۔"

اگر ہم ہزار دفعہ بھی ناکامیاب رہیں تو بھی از سرِ نو تازہ دل اور تازہ دلیری کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیئے۔ ہر قسم کی کمزوری کو جھاڑ کر چلے چلو۔ چلنے میں ہی خیریت

ہے۔ کونسے ہیں بیٹھ کر رونا دھونا چھوڑو، آتما امر ہے۔ اس کے لئے پاپ اور کمزوری نہیں۔

بقول ایک مہاتما مناسب وقت پر مناسب طریقے سے اور مناسب ذریعہ سے تم میں ایک چپ چاپ امن پسند اور جگمگ جگمگ کرنے والی روشنی اور طاقت پیدا ہو جائے گی اور چال چلن کی عمدہ خوبیاں، روحانی قوتوں کا محسوس کرنا، اندرونی زندگی کی اصلی دولت اور اس کا اظہار مہربانی کے کام یہ سب چیزیں تمہاری اصلی اور ابدی ملکیت بن جائیں گی یعنی نہ دکھ ستائے گا، نہ سکھ حدِ اعتدال کے زینہ سے گرائیگا تم اصلیت سے ہمکنار ہو کر دنیا میں نہایت شاندار زندگی بسر کروگے اور آخر میں اس غیر فانی، ابدی اور امٹ زندگی سے ملوگے جو طاقت، مقناطیس، گرمی اور سردی وغیرہ کے انیک روپ دھارن کر رہی ہے جو تمام زندگیوں کا سرچشمہ ہے اور جس میں "میں" اور "تو" کا تفرقہ موجود نہیں اور جو بذاتِ خود مکمل اور پورن ہے۔ جہاں سے پھر لوٹ کر تم کو مصیبت اور دکھ کا شکار نہ ہونا پڑے گا۔

یہ کبھی مت خیال کرو کہ کسی کام یا محنت کا پھل نہیں ملیگا۔ بقول ایک مہرشی تمہارے ہر ایک خیال، افعال، اقوال اور محسوسات کی قانونِ قدرت کے عجیب و غریب دفتر میں رجسٹری ہوتی رہتی ہے مناسب وقت پہ آپ کو ضرور میٹھا اور شیریں پھل ملے گا۔

"بن میں پھول کھلتے ہیں کوئی دیکھتا اور سونگھتا نہیں۔ کیا تمہارے خیال میں یہ پھول بے سود ہوتے ہیں۔ ایکانت میں پنچھی گاتا ہے اُس کی سُر ہوا میں مل جاتی ہے کوئی سُنتا ہی نہیں۔ کیا تمہاری رائے میں پنچھی کا گانا بیکار ہے؟ بھلا تم جو اندر ہی اندر چپ چاپ کام کرتے ہو، اوروں کی بھلائی کے خیالات سوچتے ہو، تمہارے پران میں کتنی ہی شُبھ اچھائیں پیدا ہوتی ہیں ان کا بیرونی پھل تو کہیں نظر نہیں آتا۔ کیا تم سوچتے ہو کہ اس قسم کے خیالات اور خواہشات بے سود ہی ہیں؟ خاموشی میں ہی ایک ایک کر کے پھول کھلتے ہیں۔ تمام جانداروں کے جسم چپ چاپ بڑھتے

ہیں۔ سارا جگت کبھی کمال سگُوت سے راہِ پیدائش پر چل رہا ہے اور اس طرح چُھپکے چُھپکے ہی تمہارے خیالات اور خواہشات بیرونی دُنیا میں تبدیلی پیدا کرتی ہیں۔ پرماتما اِن سب باتوں کے ساکشی ہیں وہ کسی بات کو بے تقاجلنے نہیں دیتے۔ تمہارا ہر ایک خیال، جذبہ، فقرہ اور کام کوئی نہ کوئی نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ تمہارے اندر اور جگت میں تبدیلی کا سبب ہوتا ہے۔ ایک آنسُو اور ایک گہری سانس کبھی ضائع نہیں ہوتی۔ اِن سے بھی پربھو سوُرگ راجیہ تیار کرتے ہیں۔"

(جیمز ایلن)

شروع شروع میں کسی انسان سے یہ اُمید ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی کہ وہ اپنی جملہ کمزوریوں کو یکلخت دُور کردے۔ اس کا ہر قدم روحانی میدان میں ضرور ہی لڑکھڑائیگا۔ ہاں آہستہ آہستہ چل کر اُس میں طاقت، شکتی اور توانائی کی اُمید ہو سکتی ہے۔ شروع میں ہی ایسا خیال کرنا کہ اس میں کمالیت کی سی حالت پیدا ہو جائے بالکل ناممکن ہے ایسا نہ کبھی ہُوا ہے اور نہ ہو گا۔ اس لئے اپنے ہر خیال، ہر جذبے اور ہر ایک عمل سے اپنے آدرش کے نزدیک تر ہوتے جاؤ۔ یہی سچی عبادت ہے اور اس عبادت کو لگاتار بڑھانا اصلی زندگی ہے۔ یہی عبادت ہمارے اصلی کیرکٹر کو زندہ اور ترقی پذیر رکھ سکتی ہے۔ کسی کتاب کے محض مضامین پڑھ لینے سے روحانی طاقت اور توانائی نہیں مل سکتی۔ اس کے لئے لگاتار سادھن کوشش جدوجہد اور ہاتھ پاؤں مارنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شے یونہی بغیر محنت کے مل جائے تو وہ شے برکت کی بجائے وبالِ جان بن جاتی ہے اور اُسے ہم دیر تک اپنے پاس نہیں رکھ سکتے۔

اس لئے اپنے ذہن جذبات اور جسم کو صحیح اور سالم حالت میں کرنے اور ان کی باہمی موافقت کے سلسلہ میں دن بدن اپنے اندر اور ہی اور گہرا غوطہ لگاتے جاؤ وہیں تم سچی شانتی اور وشرام پاؤ گے۔ آنند اور شانتی محض اپنے اندر ہی مل سکتے ہیں۔ شری کرشنا مورتی نے سچ کہا ہے:۔

"بشاشت کبھی باہر سے نہیں آئیگی۔ لازمی ہے کہ یہ تمہارے اندر سے ہی جنم لے۔ آپ کاغذ کا ایک مصنوعی پھول بنا سکتے ہیں جو خوشبو سے خالی ہے مگر آپ ایک اصلی پھول پیدا نہیں کر سکیں گے۔ یہ محض زمین کے اندر پیدائش کے ذریعے جنم لے سکتا ہے۔ ہوا، مینہ، دھوپ کے کئی ایک موسموں اور زبردست جدوجہد میں سے گزر کر ہی پھول پیدا ہوتا ہے اور اس طرح ہی بشاشت کی پیدائش اپنے اندر ہی ہونی ضروری ہے۔"

مرد کامل کی پہچان

خیال جذبہ اور عمل کی زندگی سے بہرہ ور انسان میں سچی روحانیت اور عمدہ چال چلن کی خوبیاں اس طرح داخل ہوتی ہیں جس طرح دولہن دولہا کے گھر میں اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے داخل ہوا کرتی ہے۔ جہاں یہ گیان ہے کہ ہم ہیں اور سب ہمارا ہے۔ وہاں کون کس سے نفرت کرے۔ کون کس کی حالت کو برا کہے۔ کوئی اپنے آپ سے نفرت نہیں کرتا۔ کوئی اپنی ہستی کو برا نہیں کہتا۔ کیونکہ اس مرتبہ میں حقارت، منافرت اور بدی کی مطلق گنجائش نہیں رہتی۔ اس کے ہاں ذات پات، مذہب و ملت وغیرہ کا کوئی بھید نہیں ہوتا۔ وہ زخمی دلوں کی مرہم شفا، تکلیف اور مصیبت زدوں کا شانتی مندر اور بھولے بھٹکوں کی نجات کا راستہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے خیالات، اپنے حالات، اپنے احساسات اور اپنے جملہ افعال کا خود مالک ہوتا ہے وہ تکبر، بے چینی اور خود غرضی سے مکمل طور پر خالی ہوتا ہے۔

کسی قسم کی نکتہ چینی اس کے شانت چت کو ہلا نہیں سکتی۔ کسی قسم کی لعن طعن اس کے دل کو پریشان نہیں کر سکتی۔ کوئی برائی اس کو چھو نہیں سکتی۔ وہ خود ضبطی اور خاموشی کے ذریعے اپنے دل کی شانتی کو برقرار رکھتا ہے۔ بڑی تعریف

یا مذمت کے طوفان اس کو اپنی جگہ سے نہیں ہٹا سکتے۔ وہ ہر دلعزیزی اور شہرت کی ہرگز پرواہ نہیں کرتا۔ گمنامی میں رہ کر سب کی بھلائی، بہبودی اور بہتری کے لئے کام کرتا رہتا ہے۔ وہ تنہائی میں بیٹھ کر بنی نوع انسان کے دل کو شیریں اور میٹھا بنانے کے لئے پاکیزگی، خوبصورتی اور نیکی کے خیالات بھیجتا رہتا ہے اور اُس کی طرف دُنیا کی تڑپتی ہوئی روحیں شانتی اور آنند کا امرت جل پینے کے لئے بھاگتی ہیں۔

"گیانی دھوپ میں خاموشی سے لیٹا ہوا بھی ساری کائنات کو اپنے اثر سے فائدہ پہنچاتا ہے۔"
(مہاتما ایمرسن)

"میں تھوڑی دیر کے لئے الگ جا کر بیٹھ جایا کرتا ہوں اور محبت کے اس جذبے کو جو میرے اندر ہے ساری دُنیا میں پھیلاتا ہوں۔"
(مہاتما بدھ)

وہ اپنے اُوپر شردھا اور بھروسہ رکھنے کے کارن ناقابل شکست ہوتا ہے وہ دُنیا کی بدلتی ہوئی راؤں کے مطابق اپنا راستہ نہیں بدلتا۔ اُس کی روحانی نظر اس

"اگر مجھے کوئی قصوروار ٹھہراتا ہے تو میں اُسے قصوروار نہیں کہونگا۔ اگر کوئی مجھے گالی نکالتا ہے تو میں اُس کے ساتھ بھلائی کروں گا۔ اگر کوئی مجھ پہ الزام لگاتا ہے تو میں اس کی نیک صفتوں کو بیان کرونگا۔ اگر کوئی مجھ سے نفرت کرتا ہے تو میں یہ خیال کرونگا کہ اسے میری محبت کی ضرورت ہے زود رنج کے ساتھ میں متحمل مزاجی اور خوش خلقی سے پیش آؤں گا۔ لالچی کے ساتھ فیاضی سے برتاؤ کروں گا۔ یہی طریقہ ہے اسے متاثر کرنے کا۔ فسادی اور دنگا کرنے والے کے ساتھ میں ملائمی اور حلیمی کا سلوک کروں گا تاکہ وہ راہ راست پہ آجائے۔ جب مجھے بُرائی دکھائی ہی نہ دے گی تو پھر کس سے نفرت اور کس سے دشمنی رکھوں گا۔"

(مہاتما جیمز ایلن)

قدر صاف اور شُدّھ ہو جاتی ہے کہ وہ ہر شے کو دیکھتے ہی اس کی بالائی سطح یعنی پانچوں غلافوں یا کوشوں (اَنّ مے کوش، پران مے کوش، منو مے کوش، وگیان مے کوش اور آنند مے کوش) کو پھاڑ فوراً اس کی اندرونی ذات، اَپار، اننت اور ادویتہ سچدانند آتما تک پہنچ جاتی ہے۔ یہی نظر اس کو زندگی کے ہر ایک قسم کے خوف، مرجھاوٹ اور وہم سے بالکل آزاد کر کے اُس کو پھول کی مانند کھلا دیتی ہے اور اُس کی اِندریاں اس کو محسوسات کی قید میں پھنسانے کی بجائے پربھو درشن کے جھروکے بن جاتی ہیں۔ مختصر یہ کہ سچی روحانیت کی مرکزی نظر سے بہرہ ور ہونے پر انسان شانت اور نربھرانت ہو جاتا ہے اور قدرتی زندگی بسر کرتا ہے اور روحانیت کے آسمان پر مہرِ منیر کی طرح چمک اُٹھتا ہے۔ جگت کی جملہ تبدیلیوں کے درمیان غیر متزلزل اور گھبرائے ہوئے انسانوں کے درمیان بھی پُرسکون رہتا ہے۔ نفرت کا جذبہ اُن کے دل کو کسی طرح بھی مجروح نہیں کرتا۔ جملہ اقسام کے حالات اور واقعات پر حاوی ہو کر دائم مسرّت اور خوشی سے ہمکنار رہتا ہے جس بہشت یا بیکنٹھ کا فرضی نقشہ اہلِ مذہب کھینچا کرتے ہیں وہ در اصل اُس کے دل کی بشاشت کی وسیع و نسبتاً زیادہ مکمل تصویر ہوتی ہے۔ غرضیکہ اس کی قدرتی زندگی پاپ اور بدچلنی کی پہنچ سے باہر ہوتی ہے اور گیان سے بھری ہوئی راحتوں سے لبریز ہوتی ہے۔ اُس میں خودی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ اس میں رحم، سکونِ قلب اور نیکی وغیرہ خوبیوں کا بول بالا ہوتا ہے۔ ستائے جانے پر کبھی وہ تلخ مزاج نہیں ہوتا۔ اُس کا دل دائم رحم اور مسرّت سے لبریز ہوتا ہے۔ موت کا سامنا ہونے پر بھی وہ ہرگز نہیں ڈرتا۔ اس کے دل کا دامن کامیابی اور ناکامی کے نوکدار کانٹوں کی اُلجھن سے کبھی چاک نہیں ہوتا۔ اُس کے خواب میں بھی دل میں تکالیف اور بے چینی پیدا نہیں ہوتی۔ وہ مذہب، اخلاق اور شائستگی کی مجسم تصویر ہوتا ہے اُس کی مسکراہٹ کیا ہے گویا گلاب کی پنکھڑیاں کھل رہی ہیں۔ اُس کے قول و فعل، کردار و گفتار، طور و اطوار میں عجیب طرح کی سنجیدگی ہوتی ہے وہ کرم کرتے وقت کبھی

کی دل آزاری نہیں کرتا بلکہ کسی کو راہِ راست پر لانے کے لئے اُس کی جگتی انوکھی اور نرالی ہوتی ہے۔

آخری پرارتھنا

میرے خوش نصیب پڑھنے والو! خیال جذبۂ عمل سے غافل رہ کر جب انسان اپنی ہستی، اپنی حیثیت اور اپنے حسب و نسب کو بھول جاتا ہے۔ اور جھوٹے جاہ و حشمتوں، اقتداروں اور دُنیوی خواہشات کے پھندوں میں بُری طرح پھنس جاتا ہے اور من کا غلام ہو جاتا ہے تو بُری طرح مارا جاتا ہے۔

کوئی تو نام کی خواہش میں اپنی عمر کھو بیٹھا — ہوس میں زر کی کوئی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا
کوئی عشق مزاجی میں سفینے کو ڈبو بیٹھا — تمنا میں کوئی آرام کی قسمت کو رو بیٹھا
غرض اغراض ذاتی میں پڑے عمریں گنواتے ہیں
تناسخ کے تسلسل میں یونہی چکر لگاتے ہیں

شاعر نے ایسے انسانوں کو اس قسم کے جال میں پھنسنے سے متنبہ کیا ہے

جو تماشہ دیکھنے دنیا کا تھے آئے ہوئے — کچھ نہ دیکھا پھر چلے آخر وہ پچھتائے ہوئے
فرش مخمل پر بھی مشکل سے جنہیں آتا تھا خواب — خاک پر سوتے ہیں اب وہ پاؤں پھیلائے ہوئے
غنچے کہتے ہیں کہ ہو گا دیکھنے کیا یہاں رنگ — جب چمن میں دیکھتے ہیں پھول کملائے ہوئے
غافلو اس اپنی ہستی پر کہ ہے نقش بر آب
موج کی مانند کیوں پھرتے ہو بل کھائے ہوئے

ہزاروں روز دنیا میں جنمتے اور مرتے ہیں — ہزاروں شاہراہِ زندگی پر سے گزرتے ہیں
ہزاروں منزلِ دنیا میں آ کے اُترتے ہیں — ہزاروں خیمہ زن ہو ہو کے آخر کوچ کرتے ہیں
کسی کو اُن کے آنے کی خبر ہے اور نہ جانے کی — کدھر سے کون آئے تھے بلا جانے زمانے کی

اس لئے میرے خوش نصیب پڑھنے والو! دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے کچھ وقت اپنے آپ کا گیان پراپت کرنے میں ضرور دینا چاہیئے۔ ہم دُنیا کے محض بوجھ ڈھونے والے گدھے نہیں ہیں بلکہ ذریعہ منش جنم پاکر اس فانی سنسار میں آئے ہیں اُس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اور جنم کو دشیوں میں اکارت نہ گنوانا چاہیئے۔ یہ چندروزہ خوشیاں ہم سے چھین لی جائیں گی اور ہم کو ہلاکت کے تاریک اور اتھاہ گڑھے میں گرنا پڑے گا۔ پوتر تا کی خوشبو پھیلانے والے کبیر صاحب اس بارے میں فرماتے ہیں سے

کیا مانگو کچھ تھر نہ رہائی	دیکھت نین چلو جگ جائی
اک لاکھ پوت سوا لکھ ناتی	جا راون گھر دیا نہ باتی
لنکا سی کوٹ سمندر سی کھائی	تا راون کی شدھ نہیں پائی
سونے کا محل روپے کا چھاجا	چھانڈ چلا نگری کا راجا
کوئی کرے محل کوئی کرے تانی	اُڑ جائے ہنس پڑی رہے مانی
آوت سنگ نہ جات سنگھاتی	کہا بھیو دل باندھے ہاتھی

کہے کبیر انت کی باری

ہاتھ جھاڑ جیوں چلا ہے جواری

منش جیون آخری اسٹیشن ہے اس کے بعد کوئی اور اسٹیشن نہیں ہے۔ اس اسٹیشن پر پوتر اور نیک اعمال کے ذریعے اپنا کلیان کریں ورنہ آپ کف افسوس ملیں گے اور پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ اس لئے غور کریں سوچیں سمجھیں انسانی زندگی کا ایک ایک سانس قیمتی ہے۔ اِسے یُوں نہ گنوائیں۔ اس سلسلہ میں زندہ جاوید مہاتما بُدھ فرماتے ہیں۔

"اور چیزیں چاہے برباد ہو جائیں، روپیہ پیسہ جاتا رہے اس کی فضول خرچی کی پرواہ نہ کریں مگر وقت کی فضول خرچی سے دائم محترز رہو۔"

مایا پہ مت بھول لے پرانی	مایا تو ہے آنی جانی

جیون ہے وایو کا جھونکا — یا ندیا کا بہتا پانی
جوبن روپ، جوانی کیا ہیں! — کیا ہیں جوبن، روپ جوانی
پریم سے سب کی سیوا کر تو — سیوا ہی ہے کس کی ہانی
تیاگ بُرے پُرشوں کی سنگت — سُن سنتوں کی امرت بانی
گیان کی خالی باتیں کیا ہیں — کر لے کچھ جگ میں اے گیانی
یہ جگ تو ہے رین بسیرا — کس پر تیرے پر تتا پانی؟

قیس ہری کے گُن گاتے جا
دُنیا تو ہے آنی جانی

(قیس)

اگر آج آپ میں طاقت ہے بل ہے صحت اچھی ہے، ہمت ہے، مشکلات اور تکالیف سے ٹکر لینے کا دم ہے تو اُٹھیں، جاگیں فوراً اپنے شُدھ کار میں لگ جائیں۔ ؎

نہ جائے یہ اوسر کبھی بیت
ابھی سب سادھن ہیں سُکھ مُول
سمے کبھی ہے اپنے انکُول
کھلا ہے من آپ بن میں پھول
توڑ لے اسے توڑ لے میت
نہ جائے یہ اوسر کبھی بیت

نوجوانوں سے اپیل

جملہ اُپنشدوں، ملکی وغیر ملکی مہاپُرشوں کی مقدّس تعلیم کا سار یہی ہے کہ اپنے آپ کو جانو (Know Thyself) کیونکہ زندگی کا رُخ بدلنے حقیقی حیات کی پُرسکون وادی میں داخل ہونے اور من کو قابو کرنے کے پوتر اور پاکیزہ

راہوں پر چلنے کے لئے اپنے آپ کو جاننا نہایت ضروری ہے اور دوسروں سے اپنے آتما کے ناطے سے محبت، پریم اور رواداری ہونی چاہیئے۔ ان سے بھی پریم کرنا چاہیئے جو آپ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ صلح، آشتی، ترتیب امن اور شانتی سے ان کی اصلاح کرو۔ انہیں راہ راست پر لاؤ۔ یہی آتم ودیا ہے یہی برہم ودیا ہے۔ یہی زندگی کا بہترین مقصد ہے۔ جو پریم کرتا ہے وہ ایشور کا ہے۔ وہ ایشور کو انوبھو کرتا ہے یہ کام محض زبانی اور لیکچروں کے ذریعے نہیں بلکہ ہاتھوں سے سیوا کر کے بنی نوع انسان کی بہتری، بھلائی اور بہبودی کے کام کئے جاویں۔ اس وقت دنیا بڑی تیزی کے ساتھ مادہ پرستی اور تباہی کی جانب بڑھ رہی ہے اور سائینس والوں کو قدرت کی طاقتوں پہ اس قدر کنٹرول ہو گیا ہے کہ محض ایک بٹن دبانے سے دنیا کا تہائی حصہ نیست و نابود ہو سکتا ہے۔ اس زہر آلودہ فروغ کا تدارک نہایت ضروری ہے

پریم پیار اور رواداری کی سپرٹ کو نوجوان طبقہ ہی خوش اسلوبی سے پیدا کر سکتے ہیں اپنا سکتے ہیں اور اس طرح وہ سچے وشو پریمی بن سکتے ہیں۔ آج ہماری بڑی سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ نوجوانوں کو روحانی اصول صحیح طور پر سمجھ کر عوام الناس کا بوجھ اپنے کندھوں پر لینا چاہیئے اور تنگ نظری کو مٹا کر اخوت، رفاقت اور ہم آہنگی کی روشنی پھیلانی چاہیئے کیونکہ جملہ انسانوں کو بھگوان کا روپ سمجھتے ہوئے ان سب سے محبت، ایثار و پریم کرنا ہی عالمگیر مذہب کا سنہری اصول ہے۔

شاعر رکھبی کہتا ہے ؎

قدم نوجوانو بڑھاتے چلو — محبت کا جادو جگاتے چلو
صداقت کے نغمات گاتے چلو — ہر اک نقش باطل مٹاتے چلو
تنزل کی بنیاد ڈھاتے چلو — ترقی کی راہیں دکھاتے چلو
محبت کا امرت پلاتے چلو — زمانے کو اپنا بناتے چلو
عداوت کے شعلے بجھاتے چلو — بڑھو اور دھومیں مچاتے چلو
قدم نوجوانو بڑھاتے چلو

(جوہر)

تمام شد

ہری اوم تت ست جپا کر رٹا کر

ہری اوم تت ست جپا کر رٹا کر
یہ ہے سار وید دین کا اس کو جپا کر
اگر ہے عزیزم تجھے طالب راحت
درویشوں کی خدمت میں جا کر
جہاں میں تجھے آن مشکل بنے جب
نکیلے محبت میں آنسو بہا کر
مٹانے کو رنج و الم ہے یہ نسخہ
مریضان مدت ہیں ہوتے شفا تر
مخاطب ہے دنیا اگر تیرے ساری
بصدق دل سے شیریں زباں سے یہ گا کر
جہاں میں ہیں کہتے تجھے گر تو نگر
تجھے تخت طاؤس گر ہے میسر
عزیز و اقارب تیرے ہیں جو سب
یہ ہے جال مایا کا خود کو بچا کر
تیرا ایک ساتھی جو ہر جا ہے واحد

جہاں منتر ہے یہ جپا کر رٹا کر
ہری اوم تت ست جپا کر رٹا کر
تو چاہتا ہے دل سے کٹے بیخ کلفت
ہری اوم تت ست جپا کر رٹا کر
مدد کو مددگار لاچار ہوں سب
ہری اوم تت ست جپا کر رٹا کر
یہ حاذق حکیموں کا ہے آزمودہ
ہری اوم تت ست جپا کر رٹا کر
زمین آسماں میں نہ جا ہو تمہاری
ہری اوم تت ست جپا کر رٹا کر
بفضل خدا عیش و عشرت ہے برتر
ہری اوم تت ست جپا کر رٹا کر
تیرے اک اشارے کے ہیں منتظر سب
ہری اوم تت ست جپا کر رٹا کر
اُسے رام اللہ کہو اوم یا رب

وہ رہتا ہے پُرنور تیرے دل میں حاضر
ہری اوم تت ست جپا کر رٹا کر

منوا نیند سے اب تو جاگ

مجبو رکھبی اُٹھ ہوا سویرا — نیند نے کیوں تجھ کو ہے گھیرا
کال نے گھیرا چار چوپھیرا — جیوں رکھشش پر کاگ
منوا نیند سے اب تو جاگ

ڈال ڈال پر پنچھی گائیں — پریتم اُستتی کر ہرشائیں
آیا مقبول مست ہو جائیں — گا تو بھی کوئی راگ
منوا نیند سے اب تو جاگ

جگ سمبندھی مِتر تیرے — جو پھرتے ہیں چار چوپھیرے
انت سمے آدیں نہ نیڑے — دُور تو اُن سے بھاگ
منوا نیند سے اب تو جاگ

جھوٹے جگ کی جھوٹی مایا — جس کو تو نے ہے اپنایا
اُس نے ہی تجھ کو تڑپایا — کر دے اس کا تیاگ
منوا نیند سے اب تو جاگ

پریت جسے دشیوں کی بھی جھوٹی — انہوں نے سمپت ہے سب لوٹی
آشا جیون کی بھی ٹوٹی — ہیں یہ کالے ناگ
منوا نیند سے اب تو جاگ

آشا ترشنا دُور بھگا لے — تو من موہن سنگ لگا لے
پریم امر پھل ایسا کھا لے — جگ سے ہو بے لاگ
منوا نیند سے اب تو جاگ

پریم میں ہو کر تو مستانا — جگمت پتا کا بن دیوانہ
پریتم داس ہو دھیان نشانا — ادھر اُدھر مت بھاگ
منوا نیند سے اب تو جاگ

(شری بھنوٹ صاحب)

تقدیر و تدبیر کا ایکسریز

مصنفہ

شری بھاگ مل جی سائینی

گھٹیا، نکمی اور ادنیٰ قسمت کو تبدیل کرنے اور اپنے اندر قوت اور جوش عمل کی تازہ روح پھونکنے کے لئے اس بصیرت افروز کتاب کا ضرور بالضرور مطالعہ کیجئے۔ یہ کتاب محض بھلائی انسانی ہمدردی اور حوصلہ افزائی کے نقطۂ نگاہ سے لکھی گئی ہے تاکہ اُن جی ہارے ہوئے اور رنج و غم میں ڈوبے ہوئے کمزور بھائیوں کو تسلی تشفی اور شانتی کا سامان ملے جو گھٹنے پر سر رکھے ہوئے اپنی قسمت پہ رو رہے ہیں تاکہ اُن کے دلوں میں اطمینان کی لہر دوڑ جائے۔ اُن کی زندگی پر تقدیر کی چھائی ہوئی تاریکی کا خاتمہ ہو جائے اور اُن کی روح کا اُفق تدبیر کی جوت سے روشن ہو جائے اور اُن میں حوصلہ اور اُمنگ کی روشنی بھر جائے۔ ہمیں اُمید کامل ہے کہ اس کتاب کا گہرا مطالعہ قسمت پرست اور کمزور بھائیوں کو جہالت، کمزوری اور توہمات باطلہ کی عمیق ترین خندقوں سے باہر نکلنے میں بہت امداد دیگا اور وہ اپنے آپ کو ایک بالکل نئے اور نو کے ہی علم آزادی طاقت میں پا کر اپنے اندر حیات بارید محسوس کئے بغیر نہ رہ سکیں گے — قیمت محض ایک روپیہ — وی پی نہیں بھیجی جائے گی ایک روپیہ اور چودہ نئے پیسے کا منی آرڈر ارسال کریں۔ اگر بیرنگ منگوانی مطلوب ہو تو محض ایک روپیہ کا منی آرڈر ارسال کریں۔ اس صورت میں اُنہیں تقریباً اٹھائیس نئے پیسے ادا کرنے پڑیں گے۔

جیون سُدھار پبلیکیشنز بڑھاپور، ضلع بجنور (یو۔پی)

خوشی کا انجکشن

مصنّف

شری یت بھاگ مل جی

موتیوں سے تولنے والی کتاب

جینے اور جینے کی سنبھلتا اور پورنتا کی خاطر ہم قوانین قدرت کی اطاعت کے لئے مجبور ہیں ورنہ ہم جی ہی نہیں سکتے۔ جو لوگ اس واقعی اور قدرتی مجبوری سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ کبھی زندہ خوشی کو حاصل نہیں کر سکتے یعنی ان قوانین کی دلی موافقت اور اطاعت کے بغیر کوئی شخص سچی خوشی، شانتی، راحت اور آزادی سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ قوانین قدرت کو نہ ماننے والا نشٹ ہو جاتا ہے بقول ایک فہیم روح انسان کے بنائے ہوئے قوانین کی ہم نافرمانی کر سکتے ہیں دھوکا دے کر بچ سکتے ہیں لیکن ایشور کے قوانین سے نہ ہم بچ سکتے ہیں نہ اسے دھوکا دے سکتے ہیں۔ یہ قوانین دکھائی نہیں دیتے انہیں نافذ کرنے والا بھی دکھائی نہیں دیتا لیکن پھر بھی ان سے بچنا محال ہے ان کو توڑنا اور توڑ کر سزا نہ پانا ناممکن ہے۔ ان قوانین کو ہم توڑ نہیں سکتے...... آخر کار ایسا ہوتا ہے کہ یہ ہمارے غرور اور ابھیمان کو توڑ کر چکنا چور کر دیتے ہیں۔

دی لائٹ آف ایشیا کے قابل مصنّف نے سچ کہا ہے۔

"یہ قانون قدرت ہی ہے جو پاکیزگی اور گیان کا راستہ دکھلاتا ہے۔ ان کے عمل در آمد نا از بس مشکل ہے اس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اس کا ہردیہ محبت ہے اور اس کا انجام شانتی، اس کی تکمیل شیریں ہے بدیں وجہ اسی کی پیروی کرو۔"

"جواہرات کے مقابلے میں اٹل قانون کا خزانہ زیادہ قیمتی ہے اس کی مٹھاس شہد سے

نیشٹھ ہے اور اس کا آنند ناقابل بیان اور لاثانی ہے۔"

اس سلسلہ میں مستی مجسم شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم اے یوں فرماتے ہیں
"تم قانون سے کہیں بھاگ نہیں سکتے قانون سچ ہے اور دنیا جھوٹ ہے۔ جو انسان قانون کی پیروی کرتا ہے وہی اس قانون پر حکمران ہو جاتا ہے۔"

ایسے ہی نئی دنیا کے کرشن مہاتما جیمس ایلین فرماتے ہیں۔
"ایشوری بدھان کی مکمل موافقت کرنے والے کے لئے اس جگت میں اس کی ہر طرح کی پیاس بجھانے کے لئے دودھ کی ندیاں بہتی ہیں اور سدا بہار پھول کھلے ہوئے ہیں۔ دن عید اور رات شب برات ہے اور آتما آنند بھوگتی ہے۔"

اصل معنوں میں قدرت کا ہر قانون بھگوان کا ارشاد ہے اس کا توڑنا بھگوان کے احکام کی صاف صاف خلاف ورزی اور اس کے خلاف بغاوت ہے۔ اس لئے جگت اور جیون کے نیموں کا پالن ہی مانو دھرم ہے۔ کیونکہ جتنے بھی سرشٹی نیم ہیں مہاپربھو کی آگیا میں ہیں اور زندگی میں ان کی پوری پوری موافقت اور اطاعت ہی سچی بھگتی ہے۔

جو لوگ اپنی خوش خیالی میں یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں محض پربھو کی کرپا درشٹی چاہیئے جیون کے نیموں کے پالن اور اُلنگھن میں کچھ سنورتا بگڑتا نہیں وہ کچلے جاتے ہیں اور بری طرح مرتے ہیں بقول ایک مہاتما "یہ دنیا ایک لامحدود طاقت سے پُر مشین ہے جو انسان اس کے درمیان غفلت، جہالت اور لاپرواہی کے ساتھ حرکت کرتا ہے وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور جو اس کے نیموں کا پالن کرتا ہے وہ پوری حفاظت پاتا ہے۔"

اس وقت تک جس قدر بھی جیون کے نیم دنیا کے بڑے بڑے رشیوں، منیوں اور باکمال ہستیوں نے دریافت کئے ہیں وہ سب کے سب اس انمول پستک میں ایسی ترتیب اور تدریج سے واضح کئے گئے ہیں یعنی ایسے مؤثر، زوردار اور نتیجہ خیز پیرایہ میں تحریر کئے گئے ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔ ہر شخص جو اسے پڑھیگا وہ خود ہی اپنے تجربہ سے اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکیگا۔ سچ ہے ؎

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

جیون کے بھیدوں پر اپنے موضوع کی دنیا میں یہ پہلی کتاب ہے اور اپنے فوائد کے لحاظ سے اس کتاب کی نظیر آپ کو دنیا بھر میں نہ ملے گی۔ اس لئے اس بے مثال کتاب کو اپنی زندگی کا سچا ساتھی بنائیں جیسے دانا انسان شیشہ میں اپنے عکس کو دیکھ کر اپنی شکل و صورت کو آراستہ و پیراستہ کر لیتا ہے ایسے ہی اس کتاب کے گہرے مطالعہ سے انسان اپنے نقائص دور کر کے شگفتگی، تسلی، اطمینان، قلبی سکون اور شانتی کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب محض عام لوگوں کو خوشی، مسرت اور آنند سے ہم آغوش کرنے کے لئے لکھی گئی ہے جس کی تلاش میں ساری دنیا نہ محض بھٹک رہی ہے بلکہ گمراہ ہو کر ادھر ادھر ٹھوکریں کھا رہی ہے۔

اخلاقی ترقی کے اس دور میں جبکہ ہر انسان نئی روشنی کے حسن و عشق کے جذبات انگیز لٹریچر کے بے پناہ سیلاب میں بے اختیار بہا جا رہا ہے۔ اس کے اخلاق، سدھار اور اس کے خیالات کو اعلےٰ بنانے کے لئے یہ کتاب حد درجہ کی مفید ہے جس کے گہرے مطالعہ سے وہ اپنے کیریکٹر کی عمارت کو ایسی سنگین بنیاد پر قائم کر سکے گا جو زندگی کے ناگہانی اتفاقات، دنیا کے غیر معمولی واقعات، زندگی کے غیر متوقع حادثات اور دولت و جوانی کے سیلاب عظیم میں کبھی متزلزل نہیں ہو سکیگا

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی ایک کاپی تاجر، کلرک، قلی، ڈاکٹر، مصنف، آرٹسٹ، طالب علم، سیاح، عالم، امیدوار، چرچ مین، وکیل، سوچنے والے والدین اور اولاد والے، بیوقوف اور عقلمند وغیرہ کے پاس ہونے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ وہ سچی خوشی کے آفتاب کے جہاں کشا شعاعوں سے اپنے بسنے والوں کے دلوں کو روشن اور منور کر سکے

یہ کتاب جیون کے بھیدوں کی آئینہ دار ہونے کی وجہ سے سچی دلی شانتی اور خوشی کے لئے زندہ جاوید معلم کا حکم رکھتی ہے۔ اس کے لفظ لفظ میں، سطر سطر میں، صفحہ صفحہ میں آپ کو وہ شاہی راز ملیں گے جن کو جان کر آپ سورگی جیون سے بہرہ ور ہونگے یہ وہ بے مثال کتاب ہے جو لاکھوں جیون کے مارگ پر چلتے چلتے تھکے ماندے

مسافروں کو تسلی اور آشا دیگی اور ہزاروں پست ہمت نوجوانوں کے لئے ترقی کا راستہ کھول دے گی اور انہیں خودکشی کے منہ سے بچائیگی۔ سینکڑوں اُجڑے ہوئے گھر آباد ہو جائیں گے۔ بگڑی ہوئی زندگیاں بن جائیں گی۔

یہ کتاب $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے تقریباً تین صد صفحات پر مشتمل ہے لکھوائی چھپوائی اور ٹائیٹل دیدہ زیب ہوگا، قیمت پانچ روپیہ ڈاک خرچ علاوہ ہوگا مگر جو پریمی ابھی ابھی اپنا آرڈر بھیج دینگے اُن سے محض چار روپیہ وصول کئے جائینگے۔ ڈاک خرچ علاوہ ہوگا۔

یہ کتاب یک صد آرڈر آنے پر صرف ایک ہزار کی تعداد میں ہی چھپوائی جائے گی۔ اس لئے جن پریمیوں کے آرڈر بعجلت ہمارے دفتر میں پہنچ جائینگے محض اُن کو ہی یہ بیش بہا اخلاقی اور روحانی دُنیا کا کوہِ نور ہیرا مل سکے گا۔ اس لئے اپنی پہلی فرصت میں آرڈر بھیج دیں ورنہ بعد ازاں کفِ افسوس ملنا پڑے گا۔ اپنی ہم نہ خریدنا بدقسمتی کے مترادف ہوگا۔ مصنف کی دوسری اخلاق اور روحانیت کا لاثانی خزینہ پیدا کرنے والی لاجواب کتابیں "امرت سرودر" "خوشی کی بادشاہت" "حقیقت کی شاہراہ" "پیامِ راحت" اور "برہم ودیا کا انجکشن" وغیرہ چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئیں اور اب ان کی ایک کاپی ملنی بھی دشوار ہو گئی ہے اور لوگ اُن کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ آپ کو اس کی سخت ضرورت ہے اس لئے پس و پیش نہ کیجئے گا۔ ورنہ پچھتانا پڑیگا آپکی قسمت کا ستارہ چمک رہا ہے آگے بڑھئے اور اس کتاب کو خرید کر اپنی زندگی کا ساتھی بنائیں۔

مستی نعستم سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم اے فرماتے ہیں:-

"میری رائے میں اچھی کتابیں خریدتے وقت ہمیں روپیہ کا خیال نہیں کرنا چاہئے کتاب کی قیمت کتنی زیادہ کیوں نہ ہو پھر بھی وہ اُس میں بلند خیالات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔"

"کوئی کتاب جو چھوٹی ہو اور اچھی ہو اُس بڑی کتاب سے لاکھ درجہ بہتر ہے

جس میں مطلب کی باتیں کم ہوں۔ اچھے مصنفین کی کتابوں کا معائنہ کرو تاکہ نیکی کی ...
دل میں قائم ہو۔"
(مہرشی شو)

"جسے کتابیں پڑھنے کا شوق ہے وہ سب جگہ سکھی رہ سکتا ہے۔"
(راشٹرپتا مہاتما گاندھی)

"پرانے کپڑے پہن کر نئی کتابیں خریدیئے۔"
(آسٹن فلپس)

"بیس سال کے تجربہ سے جتنی واقفیت بڑھتی ہے کتابوں کا مطالعہ اس سے
زیادہ ایک سال میں سکھا دیتا ہے۔"
(ریسکن)

دو ٹوک فیصلہ

اگر آپ

پانچ روپیہ اپنے جیون کو خوشنما اور روشن کرنے کیلئے خرچ نہیں کر سکتے

تو

تذبذب یا کشمکش میں پڑنے کی ضرورت نہیں
آپ کوئی کسی بھاری رقم کی جائداد کا سودا نہیں کر رہے ہیں اس خیال کو چھوڑیں
"چشم ما روشن دل ما شاد"
اگر آپ کو دھن پیارا ہے آنند مے جیون سے پیار نہیں تو زندہ خوشی کا فرشتہ
بھی زبردستی آپکے دل میں گھسنا نہیں چاہتا
یہ قدرتی قانون ہے

مینیجر جیون سدھار پبلیکیشنز ٹڈھا پور ضلع بجنور (یوپی)

جیون سُدھار اور آتمک اُنتی کیلئے

مطالعہ فرمائیے

امرت سرودر شری ست بھاگ مل جی سائینی کی یہ شہرۂ آفاق کتاب ہے یہ کتاب تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے اور نہایت خوبصورت جلد میں ملبوس ہے۔ اس کی تعلیم نہایت پوتر، خوبصورت اور نہایت دل پسند ہے شہد کی ندیوں سے زیادہ میٹھی اور چاند کی کرنوں سے زیادہ شیتل ہے یہ موہ کی چادر اوڑھ کر سوئے اگیانیوں کو پرم شانتی دینے والی ہے اور انہیں ہمیشہ کیلئے چور چور ہو کر مٹ جانے سے بچانے والی ہے اس روحانی دنیا کے کوہ نور ہیرے کی قیمت ۱۰/۶ روپے (چھ روپے دس نئے پیسے) محصول ڈاک علاوہ ہوگا۔ اس کی محض چند کاپیاں باقی رہ گئی ہیں جلد ختم ہونے والی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد یہ کتاب کسی قیمت پر نہ مل سکیگی۔

حقیقی آنند کا راستہ: مہاتما جیمز ایلین کی بلند پایہ کتاب

By ways of Blessedness

(۲) کا اُردو ترجمہ۔ قیمت ایک روپیہ پچاس نئے پیسے

(۳) روحانی کہانیاں — از مہر — تین روپے پچاس نئے پیسے

(۴) روحانی اشارے — از مہرشی شیو — ایک روپیہ پچاس نئے پیسے

(۵) ساینس کے سو خیال — از مہرشی شیو — ایک روپیہ پچیس نئے پیسے

(۶) انسان — از لالہ کاشی رام چاولہ — ایک روپیہ ۲۵ نئے پیسے

(۷) لطف زندگی — از لالہ کاشی رام چاولہ — دو روپیہ

(۸) آدرش گرہست — از لالہ کاشی رام چاولہ — ایک روپیہ

جیون سُدھار پبلیکیشنز، بڑھاپور، ضلع بجنور (یو۔پی)